اندھے راستے

کاشف زبیر

تنہائی کی خلش اور مسرت کی آرزو کا دکھ جھیلتے جھیلتے ایک ایسا موڑ آجاتا ہے جہاں ٹھہرنا لازمی قرار پاجاتا ہے... وہ بھی عذابِ تنہائی میں مبتلا تھی... برسوں سے اس زندگی کی رنگینیوں سے دور سنسنی و پراسرار حالات و واقعات سے نبردآزما تھی... بظاہر خاموش اور پرسکون سکوت میں طوفانوں کی شدت پوشیدہ تھی... وقت کی لہروں نے شامی اور تیمور کو اس طوفان سے ٹکرا دیا... سرورق کے جانے پہچانے کرداروں سے مرصع کہانی کا اتار چڑھاؤ...

گزرے ہوئے کل کی بازگشت میں گم ایسے انسانوں کا ماجرا جو جذبوں کی زنجیر سے بندھے تھے...

فولاد خان شامی سے کہہ رہا تھا۔ "صیب ام نے آپ کا خدمت کیا؟"

شامی اس جملے کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "کیا... مگر سود پورا لیا۔"

"وہ دوسرا بات اے۔" فولاد خان نے سود کو درمیان سے نکالتے ہوئے کہا۔ "اور آپ نے پسینا بہایا اور ام نے خون بہایا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ تم نے میرے پسینے کی جگہ اپنا

http://primenovels.blogspot.com/

خون بہایا تو مجھے اعتراف ہے۔"

"اے نا۔" فولاد خان خوش ہو کر بولا۔ "تو صیب اب اماراسات دو۔"

موسم شدید سرد تھا اور شامی کے خیال میں صرف برف باری کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ دفتر سے آج کل وہ سیدھا واپس وقار ولا آتا تھا اور ہیٹر آن کر کے کمبل میں گھس کر ڈرائی فروٹ سے شغل کرتا اور ٹی وی سے دل بہلاتا تھا۔ تیمور کو نواب صاحب نے ایک کام سے لاہور بھیجا ہوا تھا۔ وہاں موسم نسبتاً بہتر تھا اور تیمور کو اپنے کچھ یونیورسٹی کولیگز بھی مل گئے تھے جن میں زیادہ تعداد صنف نازک کی تھی اس لیے اس کی واپسی میں تاخیر ہو رہی تھی۔ جوجی کے پیپرز قریب تھے۔ وہ پڑھنے میں مصروف تھا۔ نوشی حسب معمول خفا تھی اس لیے شامی یہاں اکیلا بور ہو رہا تھا۔ اس اتوار کی صبح اچانک ہی سورج خوب چمک کر نکلا اور تیز دھوپ کھڑکی کے ہٹے پردے سے گزر کر شامی کے منہ پر پڑی تو وہ خود کو باہر نکلنے سے باز نہ رکھ سکا۔ باہر فولاد خان گیٹ کے سامنے کرسی ڈالے اس دھوپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ شامی نوشی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اسے ہی منا لے۔ ٹہلتے ہوئے وہ فولاد خان کے پاس پہنچا تو اس نے شامی کو پکڑ لیا۔ ابتدا یوں ہوئی۔

"شامی صیب ام کئی دن سے سوچ رہا اے کہ آپ سے بات کرے۔"

"میں تمہارے تمام قرضے مع سود کے اتار چکا ہوں۔"

مگر فولاد خان قرض اور سود کی بات نہیں کر رہا تھا حالانکہ وہ اس کے سوا کوئی بات نہیں کرتا تھا جب تک مجبور نہ ہو جائے۔ جب اس نے ساتھ دینے کی بات کی تو شامی نے بادلِ ناخواستہ پوچھا۔ "کس معاملے میں؟"

اس پر فولاد خان یوں شرمایا کہ قندھاری انار بن گیا اور اس نے پچاس سال پہلے کی لڑکیوں کو مات دیتے ہوئے بہ مشکل شامی کو بتایا۔ "ام کو محبوبت اوگئی اے۔"

شامی حیران نہیں ہوا تھا کیونکہ آج کل کسی کو محبت نہ ہو تو حیرت کی بات ہوتی ہے۔ موبائل، انٹرنیٹ اور روشن خیالی نے اس کارِ خیر کو اتنا آسان کر دیا ہے کہ یہ پہلے بھی اتنا آسان نہیں تھا۔ شامی کو یاد تھا اس نے پہلا عشق نواب خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے بھی بڑی مشکل سے کیا تھا اور معاملہ جیسے ہی نواب صاحب کے علم میں آیا وہیں اس نوخیز عشق کا دی اینڈ آ گیا تھا۔ اس کے بعد حالات اور ماحول ایسے بدلے کہ شامی بھی دنگ رہ گیا۔ بہرحال حیرت کا یہ دور گزر چکا تھا اور نئی نسل کی حرکتوں پر شامی کو غصہ نہیں آتا تھا۔ صرف افسوس ہوتا تھا کیونکہ وہ نئی نسل سے تقریباً خارج ہو چکا تھا۔ البتہ اسے فولاد خان کے شرمانے پر غصہ آیا تھا۔ اس نے کہا۔ "یار تم محبت کر رہے ہو یا کوئی شرم ناک کام جو اتنا شرما رہے ہو؟"

"ابا صیب فرماتے بندوق کے بعد حیا آدمی کا زیور اے۔"

فولاد خان ایک خالص مردانہ معاشرے سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی بات سے لگ رہا تھا کہ وہاں عورتوں کا یہ زیور بھی مردوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ شامی نے ٹھنڈی سانس لے کر تصحیح کرنا چاہی مگر پھر ارادہ ملتوی کر دیا۔ کیونکہ ناشتے کا وقت بھی قریب تھا۔ اس نے ٹو دی پوائنٹ بات کی۔ "کس سے محبت ہوئی ہے؟"

"گل نار سے۔" فولاد خان پھر شرما گیا مگر جب شامی نے اسے گھورا تو جلدی سے خود پر قابو پانے لگا۔

"یہ گل نار کہاں ہوتی ہے اور تمہیں محبت کیسے ہوئی؟"

"اور پیچے زوار صیب کا بنگلا اے۔ گل نار اُدر اوتا اے۔"

شامی نے سر ہلایا۔ "نام سے تو لگ رہا ہے کہ تمہاری ہم قوم ہے۔ عمر کیا ہے دیکھنے میں کیسی لگتی ہے؟"

فولاد خان نے نہایت اشتیاق سے اپنا موبائل فون نکالا جس میں کیمرا بھی تھا۔ "عمر بیس اور تیس کے بیچ اے۔ ام نے فوٹو لیا اے۔"

فولاد خان کے موبائل کے کیمرے کا رزلٹ جتنا خراب تھا موبائل کی اسکرین اس سے زیادہ خراب تھی اس لیے شامی کو جو تصویر نظر آ رہی تھی، وہ کسی ہارر مووی کے خوفناک زنانہ کردار سے ملتی ہوئی لگ رہی تھی۔ شامی نے کئی زاویوں سے دیکھا مگر نقوش سمجھ میں نہیں آئے۔ اس کی محویت دیکھ کر فولاد خان مشکوک ہو گیا۔ "شامی صیب دیک لیا؟"

شامی نے موبائل واپس اسے تھما دیا۔ "نہیں یار، مجھے تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ بہرحال تم نے پسند کیا ہے تو لڑکی اچھی ہو گی۔ زوار صاحب کی کوٹھی میں کیا کرتی ہے؟"

"اور کام کرتی اے۔"

زوار صاحب کی نواب صاحب سے اچھی سلام دعا تھی۔ وہ سات سال پہلے دنیا سے گزر گئے تھے اور اب ایک صاحبِ فراش بیوہ تھی جس کی دیکھ بھال نوکر کرتے

http://primenovels.blogspot.com/

تھے۔ ایک بیٹا تھا جو دس سال سے بیرونِ ملک تھا اور اسے باپ کے جنازے پر آنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ زوار صاحب بہت کچھ چھوڑ کر گئے تھے۔ اس لیے ان کی بیوہ کو مالی مسئلہ نہیں تھا۔ بیوہ کی عمر زیادہ نہیں تھی مگر زوار صاحب کے بعد انہیں بیماریوں نے گھیر لیا تھا۔ شامی نے کہا۔ "کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ دادا جان زوار صاحب کی بیوہ سے بات کریں گے اگر لڑکی والوں کی طرف سے مسئلہ نہیں ہوا تو تمہاری محبت، شادی میں بدل جائے گی۔"

"مسئلہ اے۔" فولاد خان نے کراہ کر کہا۔ "لڑکی کے گھر والے کا مسئلہ اے۔"

شامی دم بہ خود رہ گیا۔ جب اس نے رات تیمور سے فون پر بات کرتے ہوئے اسے بتایا تو وہ بھی دنگ رہ گیا۔ "تمہارا مطلب ہے کہ فولاد خان کو جس لڑکی سے محبت ہوئی ہے، وہ پہلے سے ایک عدد شوہر رکھتی ہے۔"

"بالکل اور تکنیکی طور پر وہ لڑکی نہیں بلکہ عورت ہے۔"

"تب فولاد خان نے کیا سوچ کر اس سے محبت کی ہے؟"

"میں نے بھی یہی پوچھا تھا تو اس نے مشہور زمانہ مقولہ دے مارا کہ محبوبت کیا نہیں جاتا او جاتا اے۔" شامی نے فولاد خان کے لہجے اور انداز میں کہا۔

"مگر اب ایسا بھی کیا آدمی کچھ نہ کچھ دیکھ کر تو محبت کرتا ہے۔" تیمور نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ "ورنہ عورت تو ستر سال کی بھی ہو سکتی ہے اور شکل و صورت کے لحاظ سے گوریلا فیملی جیسی بھی ہو سکتی ہے۔ آخر ان سے کسی کو محبت کیوں نہیں ہوتی۔"

"یار تو بلاوجہ کی بحث کر رہا ہے آج کل محبت کے ہر دوسرے کیس میں کوئی ایک فریق نکاح شدہ ہوتا ہے۔"

"مگر فولاد خان..."

"وہ بھی آج کے دور کا انسان ہے۔"

"بے شک مگر وہ یہ نہ بھولے کہ وہ دادا جان کی ملازمت میں ہے۔ اگر انہیں فولاد خان کی محبت کی بھنک بھی پڑ گئی تو اس کی ملازمت جاتی رہے گی۔"

"خیر اب ایسا بھی نہیں ہے، دادا جان فولاد خان جیسے آدمی کو صرف اس لیے نہیں گنوا سکتے۔" شامی نے ٹھنڈی سانس لی۔ "ہاں یہ بات تو ہم دونوں کے لیے کہہ سکتا ہے۔ اگر ہم نے ایسی حرکت کی تو شاید عاق کر دیے جائیں۔"

"ظاہر ہے ہم پوتے ہیں۔" تیمور نے جوابی سرد آہ بھری۔ "تو نے مزید تفتیش کی کہ خاتون دیکھنے میں اور چال چلن میں کیسی ہیں؟"

"تو کیوں مجھے ایک غیرت مند پٹھان کے ہاتھوں مروانا چاہتا ہے۔ میں تو موبائل پر اس کی تصویر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا تو فولاد خان کے تیور خطرناک ہو گئے تھے۔"

"اگر دوسری طرف بھی کوئی پٹھان ہوا تو معاملہ خراب ہو جائے گا۔"

صبح شامی کی بھوک اس چہل قدمی سے کھل گئی تھی جو اس نے فولاد خان کی داستانِ محبت سنتے ہوئے کی تھی اس لیے وہ زیادہ تفتیش نہیں کر سکا اور ناشتے کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد نواب صاحب نے اسے چند کام پکڑا دیے اور سارا دن ان میں گزر گیا۔ سورج غروب ہونے کے بعد وہ باہر نکلنے کی ہمت نہیں کر سکا تھا اور اس نے ڈنر بھی بستر پر ہی کیا تھا۔ ڈسکوری چینل سے اس کا پسندیدہ پروگرام آنے والا تھا اس لیے اس نے تیمور سے پہلے بات کر لینا مناسب سمجھا۔ تیمور سے بات سے پہلے وہ فولاد خان کی بات کو نارمل لے رہا تھا مگر جب تیمور نے یہ نقطہ اٹھایا تو اس نے سوچا کہ اسے فولاد خان سے مزید پوچھ گچھ کر لینی چاہیے کیونکہ بات وقار ولا کی عزت کی تھی کوئی بات نکلتی تو ان کا نام بھی سامنے آتا اور نواب صاحب آج کل اس موڈ میں نہیں تھے کہ کوئی بات آسانی سے برداشت کر سکیں۔ بے شک محبت فولاد خان نے کی تھی مگر شامت ان ہی کی آنی تھی۔

اگلے دن سورج نہیں نکلا تھا مگر اسے دفتر جانے کے لیے بستر سے نکلنا پڑا۔ دو بجے وہ لنچ کے لیے اٹھا تو اس کے بعد دوبارہ دفتر نہیں گیا اور گھر کا رخ کیا۔ سورج اور گیس کی عدم موجودگی میں فولاد خان چوکی میں انگیٹھی جلائے بیٹھا تھا اور اس کے انگاروں کو یوں حسرت سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ اس کے ارمانوں کی چتا ہو۔ شامی سوچے بغیر نہیں رہ سکا کہ جس محبت کا آغاز اتنا حسرت ناک ہو، اس کا انجام کتنا المناک ہو گا۔ فولاد خان اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ گیٹ اسی نے کھولا تھا اور اس کا خیال تھا کہ شامی واپس نہیں آئے گا اس لیے گیٹ بند کر کے وہ دوبارہ کوٹھری میں چلا گیا۔

"شامی صیب ام کو بلا لیا اوتا۔"

"نہیں یار بات لمبی ہے اس لیے میں خود آ گیا۔" شامی انگیٹھی کے سامنے کرسی پر براجمان ہو گیا۔ "مجھے تم سے کچھ سوالات کرنے ہیں۔"

"گل نار کے بارے میں؟"

http://primenovels.blogspot.com/

''ظاہر ہے تمہیں جس سے محبت ہوئی ہے اسی کے بارے میں پوچھوں گا۔'' شامی نے کہا۔ ''پہلا سوال یہ ہے کہ تمہاری گل نار سے ملاقات ہوئی ہے؟''

''بالکل شامی صیب، ورنہ محوبت کیسے اوتی؟''

''دوسرا سوال... گل نار بھی تم سے محبت کرتی ہے؟''

''بالکل شامی صیب، ورنہ ام اس کا محوبت میں پاگل کیوں اوتا؟''

''تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟''

''ام نکاح فرمانا چاتا اے۔''

''اس کا شوہر موجود ہے۔''

''گل نار اس سے طلاق لے گا اگر اس نے شرافت سے نہیں دیا تو امارے پاس اور طریقا بی اے۔'' فولاد خان نے کن انکھیوں سے اپنی شاٹ گن کی طرف دیکھا۔

''اس کا شوہر بھی پٹھان ہے؟''

''نہیں ادر کا رہنے والا اے۔'' فولاد خان نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''اس نے گل نار کو اس کا باپ سے خریدا اے۔''

فولاد خان کے توسط سے شامی بہت سے رسم و رواج سے واقف ہو گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جو لوگ اس طرح لڑکی بیچتے ہیں، وہ اس کے ذمے دار بھی ہوتے ہیں کہ لڑکی اپنے شوہر کو چھوڑ کر کہیں نہ جائے۔ اگر لڑکی شوہر کو چھوڑ دے یا بھاگ جائے تو وہ اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا تھا۔ یعنی پھر جھگڑا دور تک جاتا۔ شامی نے کہا۔ ''یہ تو بڑی خرابی والی صورتِ حال ہے۔''

''تب ای تو ام مایوس اے۔'' فولاد خان نے دکھی لہجے میں کہا۔ ''پر ام کیا کرے ام کو محوبت او گیا اے۔ شامی صیب اماری مدد کرو۔ ام گل نار کے بغیر نہیں رہ سکتا اے۔ ام خودکشی فرمالے گا۔''

''اگرچہ خودکشی حرام ہے مگر شادی کے مقابلے میں کم تکلیف دہ بھی ہوتی ہے۔''

فولاد خان خفا ہو گیا۔ ''شامی صیب آپ امارا مدد کے باجائے خودکشی کا مشورا دیتا اے۔''

''ذرا سوچو کہ گل نار کے شوہر کو پتا چل گیا کہ اس کی بیوی کسی سے عشق کرنے لگی ہے تو وہ پہلے اس سے نمٹے گا پھر تمہاری باری آئے گی۔ اس کے بعد بات پولیس تک نہ بھی گئی تو دادا جان تک ضرور جائے گی۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ ان تک جانے کی صورت میں کیا ہو سکتا ہے۔''

''شامی صیب تب ای ام نے آپ سے بولا۔ آپ کو اپنی خدمت کا واسطہ دیا۔ نواب صیب سے نہیں بول سکتا۔''

''لیکن بات تو دادا جان تک جائے گی نا۔''

''اسی واسطے آپ سے بولا اے۔'' فولاد خان نے ہاتھ جوڑ دیے۔ ''اللہ کے واسطے امارے لیے کچھ کرو۔''

فولاد خان کے تاثرات، اس کے جڑے ہاتھوں اور رقت آمیز لہجے نے شامی کا دل پسیج دیا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ٹھیک ہے میں سوچوں گا لیکن پہلے تم شروع سے لے کر اب تک ہونے والی ایک ایک بات تفصیل سے بتاؤ گے۔''

☆☆☆

فولاد خان نے گل نار کو پہلی بار اس وقت دیکھا جب وہ عین سڑک کے درمیان بکھرا ہوا اپنا سبزیوں و پھلوں کا ٹوکرا سمیٹ رہی تھی۔ یہ ٹوکرا یقیناً حادثاتی طور پر بکھر گیا تھا۔ فولاد خان نواب صاحب کی مرسیڈیز کی سروس کرا کے واپس آ رہا تھا۔ اس نے سبزیوں اور پھلوں کے درمیان بیٹھی گل نار کو دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ وہ خود بڑی سی گلاب کی کلی لگ رہی تھی۔ فولاد خان کار سے نیچے اتر آیا۔ اس نے بغیر کہے گل نار کی مدد شروع کر دی اور اس کی تمام سبزیاں اور پھلوں کو سمیٹ کر ٹوکرے میں ڈالا تو وہ اتنا بھر گیا کہ اٹھانے کی صورت میں سڑک دوبارہ سبزی منڈی کی صورت اختیار کر جاتی۔ اگر فولاد خان گل نار کے بارے میں نہ سوچ رہا ہوتا تو وہ یہ ضرور سوچتا کہ اتنا وزنی ٹوکرا گل نار نے اٹھایا کیسے؟ فولاد خان نے اسے پیشکش کی۔ ''ام چھوڑ آتا اے توم کدر رہتا اے۔''

''ادر بنگلا سی پانچ تین میں۔'' گل نار نے اس کے لہجے میں جواب دیا تو فولاد خان کے دل کی کلی مزید کھل اٹھی۔ اس نے خوش ہو کر اپنی زبان میں بات کی اور پشتو کے دریا بہا دیے اور گل نار نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیے۔ ذرا سی دیر میں اس نے اپنے بارے میں سب بتا دیا۔ مطلب کہ کس علاقے کے کس قبیلے کی کس شاخ سے ہے۔ مزید یہ کس باغ کا پھول ہے۔ البتہ قادر بخش کے بارے میں اس نے سب سے آخر میں بتایا تھا۔ اس وقت تک فولاد خان اسے لڑکی سمجھ رہا تھا۔ وہ تھی بھی چھریرے سے جسم کی اور صورت سے لڑکی نظر آنے والی۔ نقوش تیکھے اور رنگت سرخ تھی۔ آنکھوں اور بالوں کا رنگ گہرا تھا...... فولاد خان نے کوٹھی نمبر ترپن کے سامنے مرسیڈیز روکی اور اتر کر ڈکی کھولی جس میں سبزیوں اور پھلوں کا ٹوکرا تھا۔

تب تک گل نار اندر سے تلوار نما مونچھوں والے ایک

http://primenovels.blogspot.com/

شخص کو بلا لائی۔ فولاد خان سمجھا کہ وہ کوٹھی کا ملازم ہے۔ وہ سرخی مائل رنگت اور کرخت نقوش والا شخص تھا۔ بے ترتیب بال اس کے گالوں تک آ رہے تھے۔ مجموعی طور پر وہ اچھا آدمی نہیں لگتا تھا۔ ٹوکرا تھمانے پر وہ اسے ناپسندیدہ نظروں سے گھورتا ہوا ٹوکرے سمیت اندر چلا گیا۔ فولاد خان نے گل نار سے اس کے رویّے کی شکایت کی تو اس نے سادگی سے کہا۔ ''قادر بخش ایسا ای آدمی اے۔''

''اور نوکر اے؟''

''ہاں اور امارا شوہر اے۔''

فولاد خان پر یہ تعارف بجلی بن کر گرا تھا۔ ''تومارا شوہر اے؟''

گل نار نے سرد آہ بھری۔ ''ہاں امارا قسمت، امارا باپ نے اس کو بیچ دیا۔ یہ ام کو نکاح کرا کر لے آیا۔''

یہ محسوس کر کے فولاد خان کا صدمہ ذرا کم ہوا تھا کہ گل نار کے لہجے میں قادر بخش کے لیے ناپسندیدگی تھی۔ اس نے گیٹ کی طرف دیکھا جہاں قادر بخش گیا تھا اور آہستہ سے بولا۔ ''توم اس کے سات خوش نہیں اے؟''

''کون عورت اپنا خوشی سے بکتا اے اور خرید نے والے کے سات خوش ریتا اے؟'' گل نار نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''بس امارا قسمت، اب ام کیا کرے۔''

''توم کر سکتا اے۔'' فولاد خان نے آواز مزید دھیمی کر لی۔ ''اسے چوڑ دو۔''

گل نار نے سرد آہ بھری۔ ''نہیں چوڑ سکتا، اگر ایسا کیا تو یہ امارا باپ سے اپنا پیسہ مانگے گا۔ امارا باپ پیسہ نہیں دے گا۔ قادر بخش اچا آدمی نہیں اے۔''

''تومارے سات کیسا اے؟''

''بس ٹیک اے۔'' گل نار نے بے دلی سے جواب دیا۔ ''اب توم جاؤ ام زادا دیر بات نہیں کر سکتا۔''

فولاد خان بھی سمجھ رہا تھا۔ قادر بخش کو اعتراض ہو سکتا تھا کہ اس کی بیوی اتنی دیر سے کیا بات کر رہی ہے۔ فولاد خان وہاں سے روانہ ہوا تو گل نار اس کے دل و دماغ میں بس چکی تھی۔ اس سے دوسری ملاقات نہایت سنسنی خیز انداز اور ماحول میں ہوئی تھی۔ یہ ایک ہفتے پہلے کی بات تھی۔ رات کا وقت تھا اور بارش جاری تھی جس نے ماحول کو مزید سرد کر دیا تھا۔ فولاد خان گیٹ کی چوکی کا دروازہ بند کیے بیٹھا تھا کہ اسے گیٹ بجانے کی آواز آئی۔ اس کی چوکی میں بھی ایک چھوٹی کھڑکی تھی جس سے وہ باہر دیکھ سکتا تھا، اس نے کھڑکی کھول کر پوچھا۔ ''کون اے؟''

''ام... گل نار... گیٹ کھولو ام مشکل میں اے۔''

گل نار کی آواز سنتے ہی فولاد خان سردی اور بارش کی پروا کیے بغیر باہر نکلا اور گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھول دیا۔ پانی میں شرابور گل نار تیزی سے اندر آئی۔ فولاد خان اسے چوکی میں لے آیا۔ سردی اور بھیگنے سے گل نار کی حالت بری تھی۔ اس نے اندر آ کر اپنی چادر اتار کر نچوڑی تو فولاد خان نظریں چرانے پر مجبور ہو گیا کیونکہ گل نار کا خاصا موٹا لباس بھی بھیگ کر اس کے بدن سے چپک گیا تھا۔ پھر اسے خیال آیا اور اس نے انگیٹھی میں مزید کوئلے ڈالے اور گل نار کو اس کے پاس بیٹھنے کو کہا۔ اس نے اپنا موٹا دیسی کمبل بھی اسے دے دیا تھا۔ گل نار کے لیے گیلا لباس بدلنا ممکن نہیں تھا اول تو وہاں فولاد خان کے پاس کوئی لباس نہیں تھا اور دوسرے اس کوٹھری میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں دوسرے کی نظروں میں آئے بغیر لباس تبدیل کیا جا سکتا۔ بہرحال گرم انگیٹھی، کمبل اور پھر فولاد خان کے تیار کیے خاص قہوے نے گل نار کو اس قابل بنایا کہ وہ فولاد خان کو خود پر آنے والی مشکل کے بارے میں بتا سکتی۔

گل نار کا کہنا تھا کہ قادر بخش نشہ کرتا ہے اور نشے کی حالت میں اس پر تشدد بھی کرتا ہے۔ گل نار نے فولاد خان کو اپنے بدن پر تشدد کے نشانات دکھانے کی پیشکش کی تھی جو اس نے بادلِ ناخواستہ مسترد کر دی۔ شامی کو اس نے یہی بتایا تھا۔ گل نار نے بتایا کہ آج قادر بخش نے پھر اتنی پی کہ نشے میں دھت ہو گیا اور وہ گل نار سے فولاد خان کے بارے میں بات کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں گفتگو اخلاق کے دائرے سے نکل گئی اور قادر بخش نے گل نار پر الزام لگایا کہ اس کے فولاد خان سے ناجائز تعلقات ہیں۔ وہ اتنا مشتعل ہوا کہ اسے مار ڈالنے پر تل گیا۔ اس نے اپنے پاس موجود خنجر نکال لیا تھا۔ گل نار بدحواس ہو کر بھاگی اور کوٹھی سے ہی نکل گئی۔ باہر شدید سردی اور بارش تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائے؟ تب اس کے قدم خود بہ خود وقار ولا کی طرف اٹھنے لگے اور وہ یہاں آ گئی۔

گل نار بتاتے ہوئے سسکیوں کے ساتھ رو رہی تھی اور فولاد خان کا قبائلی خون کھول رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اسی وقت جا کر قادر بخش کے جسم پر لاتعداد سوراخ کر دے۔ جب اس نے گل نار سے کہا اور جانے لگا تو اس نے منت سماجت کر کے اور فولاد خان سے لپٹ کر اسے روک لیا۔ جیسے ہی بارش تھمی تو فولاد خان اسے چھوڑنے کوٹھی تک گیا اور اس وقت تک وہاں موجود رہا جب تک گل نار نے اندر

http://primenovels.blogspot.com/

سے آکر اسے بتا نہیں دیا کہ اب حالات ٹھیک ہیں۔ قادر بخش نشے میں دھت ہو کر سو رہا ہے۔ تب فولاد خان کو اطمینان ہوا اور وہ واپس آیا تھا مگر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ گل نار کو قادر بخش کے چنگل سے نکال کر رہے گا۔ رُوداد کے آخر میں اس نے شامی سے کہا۔ ”اب ام کو اپنا ملازمت کا پروا نہیں اے اگر ام کو نواب صیب اور آپ سب سے جدائی اختیار کرنا پڑے تو ام کر لے گا۔“

☆☆☆

تیمور بادلِ ناخواستہ واپس آیا تھا اور ائر پورٹ سے ولا آتے ہوئے اس کا موڈ خراب تھا۔ شامی دفتر سے اسے لینے پہنچا تھا۔ اس نے راستے میں اسے فولاد خان کی رُوداد مزید تفصیل اور نمک مرچ کے ساتھ سنائی تو اس نے خفگی سے کہا۔ ”یہ باتیں تو مجھے فون پر بھی بتا سکتا تھا۔ اس کے لیے دادا جان کو یاد دلانا ضروری نہیں تھا کہ میں خاصے دنوں سے لاہور میں ہوں۔“

شامی نے ہمدردی سے اسے دیکھا۔ ”لگتا ہے تیری کہیں سیٹنگ ہو گئی تھی۔“

”تجھے صبا یاد ہے؟“

”وہ بادِ صبا۔“ شامی نے یاد کیا۔ ”مگر یار وہ خاص نہیں تھی۔“

”اب ہو گئی ہے۔“ تیمور بولا۔ ”اس کی شادی ہو گئی ہے اور اس کا شوہر انگلینڈ گیا ہوا ہے۔ اسی نے مجھے زیادہ کمپنی دی۔“

”تو فولاد خان کو کہہ رہا تھا اور خود شادی شدہ کے ساتھ چہلیں کرتا پھر رہا تھا۔“ شامی نے ملامت سے کہا۔

”یار چہلیں ہی کر رہا تھا... میں کون سا اسے بیوہ کر کے اس سے شادی کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔“ تیمور نے کہا۔ ”تو جانتا ہے میں حد سے تجاوز کرنے والا آدمی نہیں ہوں۔“

”چل اب تو آ گیا ہے اس لیے فولاد خان کے مسئلے پر توجہ دے۔“

”وہ کس خوشی میں؟“

”یار ہم ساری دنیا کے پھڈوں میں ٹانگ اڑاتے پھرتے ہیں۔ فولاد خان ہمارا ملازم ہے اور کتنے مواقع پر وہ اپنی بساط سے بڑھ کر مدد کرتا رہا ہے۔“ شامی نے پھر ملامت سے کہا۔ ”اسے پہلی بار کام پڑا ہے تو ہم آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔“

تیمور خاموش ہو گیا۔ وہ غور کر رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”یار یہ مسئلہ آسان نہیں ہے۔ اول قادر بخش کوئی شریف آدمی نہیں ہے اس لیے وہ شرافت سے اپنی بیوی کو نہیں چھوڑے گا۔ دوسرے اگر اس نے گل نار کے باپ یا اس کے قبیلے کو ملوث کر لیا تو صورت حال سنگین ہو جائے گی۔ بات دادا حضور تک پہنچی تو وہ اسے ہرگز پسند نہیں فرمائیں گے۔ ان کا سارا عتاب ہم پر نازل ہوگا۔“

”یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔“ شامی نے کہا۔ ”لیکن ہر مسئلے کا ایک حل ہوتا ہے اور اسے تلاش کرنا پڑتا ہے۔“

”اس کے لیے بھاگ دوڑ کرنا ہوگی۔“

”موسم بھاگ دوڑ کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔“ شامی نے ترغیب دی۔ اسی اثنا میں ولا آ گیا اور تیمور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اس کی فلائٹ صبح چھ بجے کی تھی مگر موسم کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہوتی رہی تھی اور وہ دوپہر دو بجے اسلام آباد پہنچا تھا۔ لنچ کے بعد وہ جو سویا تو ڈنر کے وقت جاگا تھا۔ ڈنر کی میز پر وہ نواب صاحب کو کام کی رپورٹ دیتا رہا۔ اچانک انہوں نے شامی سے کہا۔ ”کیا بات ہے برخوردار آج کل تم فولاد خان کے پاس زیادہ ہی پائے جا رہے ہو؟“

شامی کا دم خشک ہوا کہ شاید نواب صاحب کو اطلاع پہنچ گئی ہے، اس نے جلدی سے کہا۔ ”دادا جان فارغ ہوتا ہوں تو فولاد خان سے گپ شپ کر لیتا ہوں اس سے محلے اور علاقے کی تمام خبریں مل جاتی ہیں۔“

”یہ تو اچھی بات ہے۔“ نواب صاحب نے نیپکن سے منہ صاف کیا۔ ”آدمی کو اپنے آس پاس سے باخبر رہنا چاہیے۔ کوئی تازہ خبر ہے؟“

”نہیں دادا جان کوئی خاص نہیں ہے۔“

نواب صاحب نے مزید کچھ نہیں فرمایا تو شامی کی جان میں جان آئی۔ ڈنر کے بعد وہ تیمور کے سر پر سوار رہا کیونکہ وہ جمائیاں لے رہا تھا اور اس کا ارادہ پھر سے خوابِ خرگوش کے مزے لینے کا تھا۔ جب شامی اس کے بیڈ روم تک پہنچ گیا تو اس نے فریاد کی۔ ”یار لاہور میں سونے کا موقع کم ملا تھا یہاں تو سونے دے۔“

”رات میں تو کیا کرتا تھا؟“ شامی نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔ ”اور فکر مت کر میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔“

”دن میں دادا جان کے کام میں مصروف رہتا تھا اور رات میں دوستوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ ایک دو بجے تک باہر ہی رہتے تھے۔ رات مشکل سے چار پانچ گھنٹے سونے کا موقع ملتا تھا۔ صبح آٹھ بجے پھر اٹھ جانا ہوتا تھا۔“

http://primenovels.blogspot.com/ http://primenovels.blogspot.com/

"چل یہاں سو لینا لیکن پہلے فولاد خان کے مسئلے کے بارے میں فیصلہ کرلے۔"

"فیصلہ کیا کرنا ہے۔" تیمور نے ٹھنڈی سانس لی۔ "جب تو اوکھلی میں سر دے گا تو مجھے بھی دینا ہی پڑے گا۔"

"اور وہ جو دادا جان کا ڈر ہے تو دادا جان تو ہوں گے۔" شامی نے خوش ہو کر کہا۔ اس نے مگن میں کال کر کے کافی کا کہا۔ "جہاں تک میرے علم میں ہے زوار صاحب کی بیوہ نے ان کے بعد بنگلے کے بیشتر ملازموں کو فارغ کر دیا تھا۔ وہاں سات آٹھ کے بجائے دو یا تین افراد باقی رہ گئے تھے۔"

تیمور نے سر ہلایا۔ "تو نے ٹھیک کہا، انہوں نے آس پاس سے میل ملاقات بھی چھوڑ دی۔ کسی تقریب میں بھی نہیں جاتیں۔"

شامی چونکا۔ "تجھے کیسے پتا چلا؟"

"تو بھول رہا ہے زوار صاحب کے بنگلے کے برابر والے بنگلے میں نازیہ رہتی ہے۔"

نازیہ بھی تیمور کی گرل فرینڈ رہی تھی۔ اب گرل فرینڈ نہیں تھی صرف فرینڈ رہ گئی تھی۔ تیمور کی عادت تھی جب وہ کسی لڑکی کو اپنی گرل فرینڈ کی لسٹ سے خارج کرتا تھا تب بھی اس سے رابطہ رکھتا تھا۔ یہ چیز کئی مواقع پر بہت کام آئی تھی۔ نازیہ کا سن کر شامی اچھل پڑا۔ "یاد آگیا اور وہ بہت ہی جاسوس قسم کی لڑکی تھی۔ اس سے زوار صاحب کی بیوہ کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔"

"اس مسئلے میں زوار صاحب کی بیوہ کہاں سے آگئیں؟"

"یار بنگلا اُن کا ہے اور وہاں موجود ہر فرد ان کا ملازم ہے اس لیے وہ متعلق تو ہوئیں۔ سب سے پہلے قادر بخش کے بارے میں معلوم کرنا ہے۔ وہ گل نار کو خرید کر لایا ہے اور خود گل نار کا بیان ہے کہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے وہ اسے پسند نہیں کرتی ہے تو اچھا آدمی کیسے سمجھ سکتی ہے؟"

"تیرا مطلب ہے کہ وہ اس کے بارے میں غلط بیانی بھی کر سکتی ہے مگر فولاد خان کو اس کے بارے میں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔"

اس بار تیمور نے سر پر ہاتھ مارا۔ "یار کس آدمی کو اپنا رقیب اچھا لگتا ہے؟"

شامی کھسیا گیا۔ "یہ خیال تو مجھے آیا ہی نہیں، اس کا مطلب ہے کہ قادر بخش سچ مچ شریف آدمی ہو سکتا ہے۔"

"بالکل، بہت سی عورتیں شریف آدمیوں کو پسند نہیں کرتی ہیں۔"

"شریف تو اپنا فولاد خان بھی کم نہیں ہے۔ گل نار اس کی طرف کیوں بڑھی؟"

"قادر بخش سے جان چھڑانے کے لیے۔" تیمور اب اس معاملے میں پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ "دیکھ تو نے بتایا تھا کہ گل نار کو قبائلی رواج کے مطابق اس کے باپ نے قادر بخش کو بیچا ہے۔ یہاں سے اصل مسئلہ شروع ہوتا ہے۔ گل نار جانتی ہے کہ اگر اس نے قادر بخش کو چھوڑا یا فرار ہوئی تو معاملہ اس کے قبیلے تک جائے گا اور وہ بچ نہیں سکے گی۔ اس لیے اسے ایک کاٹھ کے اُلّو کی ضرورت پڑی جو اسے ان لوگوں سے بچائے۔"

"وہ کاٹھ کا اُلّو فولاد خان ہے؟" شامی نے غور کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل اور اب فولاد خان کو ضرورت پڑ رہی ہے کہ مزید کاٹھ کے اُلّو اس معاملے میں شامل ہوں۔ وہ خود قبائلی ہے اور اپنے ہاں کے رسم و رواج سے اچھی طرح واقف ہے۔"

کافی آگئی اور دونوں کافی نوشی کرتے ہوئے مسئلے کے مزید پہلوؤں پر غور کرنے لگے۔ شامی نے کہا۔ "تصویر یوں بن رہی ہے کہ قادر بخش نے ایک رقم گل نار کے باپ کو دی اور اس نے بیٹی کی شادی قادر بخش سے کر دی۔ قادر بخش اسے یہاں لے آیا۔ گل نار اس کے ساتھ مطمئن نہیں ہے اس لیے وہ اس سے چھٹکارا چاہتی ہے۔ وہ اکیلے یہ کام نہیں کر سکتی ہے اس لیے اس نے فولاد خان کا سہارا لیا۔ لیکن ان کی پہلی ملاقات اتفاقیہ تھی۔"

"مجھے شک ہے کہ فولاد خان اس سے اتفاق سے ملا تھا۔" تیمور نے کہا۔ "وہ جتنی زیادہ سبزیاں پھیلا کر بیٹھی تھی، وہ ایک عورت نہیں اٹھا سکتی ہے۔ سوال یہ ہے وہ اتنی سبزیاں کہاں سے لائی تھی؟"

شامی نے غور کیا۔ "تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔"

"دوسرے اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے کہ آدھی رات کو گل نار قادر بخش سے بچنے کے لیے بھاگی تھی۔ جب فولاد خان اسے چھوڑنے گیا تو سب معمول کے مطابق تھا۔"

"گل نار نے بتایا تھا کہ قادر بخش نشے میں دھت ہو کر سو گیا ہے۔"

"یہ بھی گل نار کا بیان ہے۔" تیمور نے کہا۔ "اس لیے اب تجھے اس معاملے میں جو کرنا ہے، کھلی آنکھوں سے

http://primenovels.blogspot.com/

کرنا ہے۔ فولاد خان اگر بے وقوف بن گیا ہے تو ضروری نہیں ہے کہ ہم بھی بنیں۔"

تیمور کی باتوں اور کافی نے شامی کی آنکھیں کھول دی تھیں اور وہ خود پر افسوس کر رہا تھا کہ ایسے دسیوں معاملات سے نمٹنے کے باوجود اس نے آنکھ بند کر کے اس بات پر یقین کیوں کر لیا کہ جیسا فولاد خان نے بتایا ہے ویسا ہی ہوگا۔ اس نے تیمور سے کہا۔ "تب کیا کریں؟"

"کسی بھی مسئلے میں سب سے ضروری صورتِ حال کو مکمل طور پر سمجھنا ہے اس لیے ہمیں پہلے یہی کرنا ہوگا۔"

"تو نازیہ سے بات کر۔"

"بات تو کر لوں گا مگر وہ بہت ہوشیار ہے... مطلب محسوس کرتے ہی کسی ریستوران یا ہوٹل میں ملاقات کا کہہ دے گی۔ مہینے کی آخری تاریخیں ہیں اور میں چھ سات ہزار کا بل ادا کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو فکر مت کر، میں اسے سیٹ کر لوں گا۔" شامی نے کہا۔ "نوشی کی اس سے بات ہے۔"

"مگر نوشی کی تجھ سے بات نہیں ہے۔" تیمور نے اسے یاد دلایا۔

شامی مسکرایا۔ "نہیں ہے تو کر لوں گا۔"

☆☆☆

نوشی نے شامی کو دیکھتے ہی برا سا منہ بنایا تھا۔ وہ لاؤنج میں بیٹھی ہوئی ایک فیشن میگزین دیکھ رہی تھی۔ چند دن پہلے شامی نے زور و شور سے آنے والے سنڈے کو مری میں برف باری دیکھنے کا اعلان کیا۔ یہ بات اس نے جوجی کو بھی بتائی تھی اور اس نے فوراً اپنی باجی تک پہنچائی تھی۔ اب ہوا یہ کہ شامی صبح نکلا تو نوشی اس کے پیچھے تھی۔ ایک جگہ اس نے شامی کی گاڑی کا سراغ کھو دیا اور یہ سوچ کر مری پہنچ گئی کہ شامی وہیں ہوگا۔ مگر کئی گھنٹے.... کی ناکام تلاش کے بعد اس نے واپسی کا سفر کیا تو شامی اسے گیٹ کے سامنے ہی ملا تھا۔ وہ مالی سے بنگلے کے ساتھ گرین بیلٹ پر لگے درختوں کی صفائی کرا رہا تھا۔ جب نوشی نے اس سے پوچھا تو اس نے معصومیت سے بتایا کہ راستے میں اس کا ارادہ بدل گیا تھا اور وہ واپس لوٹ آیا۔ تب سے نوشی خفا تھی اور دونوں میں بات چیت بند تھی۔ شامی اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ "ہیلو، کیا ہو رہا ہے؟"

"تم دیکھ رہے ہو؟" نوشی نے سرد لہجے میں کہا۔ "کہو کیسے آنا ہوا؟"

"تمہارے ہاں مہمانوں کو چائے پوچھنے کا رواج نہیں رہا ہے یا گردیزی صاحب کے حالات ٹائٹ ہو گئے ہیں۔ سنا ہے ان کی ریٹائرمنٹ قریب ہے۔"

"کریم چائے لاؤ۔" نوشی نے بلند آواز سے کہا اور پھر دانت پیس کر بولی۔ "ہم بھی جدی پشتی دولت مند ہیں اور پاپا کو نوابوں والا کوئی شوق نہیں ہے۔"

شامی ہنسا۔ "وہ تو مجھے نواب زادہ ہوتے ہوئے بھی نہیں ہے۔ تم بہت دنوں سے نظر نہیں آئیں اس لیے میں نے سوچا..."

"تب تمہیں کسی آئی اسپیشلسٹ کے پاس جانا چاہیے تھا۔ کل میں پارک میں تمہارے سامنے سے گزری تھی اور تم نے دیکھا نہیں۔"

شامی چونکا۔ "شاید میرا دھیان کہیں اور تھا۔"

"جہاں تھا میں نے اسے بھی دیکھا تھا۔" نوشی نے میگزین پٹخا۔ شامی کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ وہ کل پارک میں نازیہ کو دیکھ رہا تھا اور اس سے بات کرنے کا موقع تلاش کر رہا تھا۔ وہ موبائل پر بات کرتی ہوئی پارک تک آئی تھی اور اسی طرح بات کرتی چلی گئی۔ شامی کو موقع ہی نہیں ملا تھا۔ بدقسمتی سے نوشی نے دیکھ لیا تھا۔ آنے والا ایک گھنٹا شامی پر خاصا بھاری گزرا تھا مگر اس نے کسی نہ کسی طرح نوشی کو رام کر ہی لیا۔ اس کے رام ہونے میں اصل کردار فولاد خان کی لو اسٹوری کا تھا۔ نوشی متجسس ہو گئی تھی، اس نے نارمل ہوتے ہوئے پوچھا۔ "فولاد خان کو یہ کیا سوجھی؟"

"تم جانتی ہو ہم مردوں کو۔" شامی نے سرد آہ بھری۔ "اگر جنت میں حوریں نہ ہوتیں تو تم خواتین کے ساتھ خوشی خوشی جہنم جانے کو ترجیح دیتے۔"

نوشی سوچ میں پڑ گئی۔ "تو تم اس لیے نازیہ کے پیچھے تھے۔"

"ہاں تم سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اس لیے میں نے سوچا کہ براہِ راست اس سے بات کر لوں۔"

"میری اس سے ہیلو ہائے ہے لیکن وہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

"پسند تو مجھے بھی نہیں ہے کیونکہ تیمور اسے پہلے ہی پسند کر چکا تھا۔" شامی نے روانی میں کہا اور جب نوشی نے اسے کھا جانے والے انداز میں دیکھا تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ "میرا مطلب ہے کہ تیمور جس ٹائپ کی لڑکیاں پسند کرتا ہے، وہ مجھے پسند نہیں آتی ہیں۔"

"تمہارا مطلب میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" نوشی

http://primenovels.blogspot.com/

نے خفگی سے کہا۔ ''مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''زوار صاحب کے گھر کی مکمل رپورٹ۔''

نوشی نے سر ہلایا۔ ''میں کوشش کروں گی لیکن مجھے بھی لگ رہا ہے کہ گل نار فولاد خان کو استعمال کر رہی ہے۔''

''اس صورت میں فولاد خان کو قائل کیا جا سکتا ہے ورنہ وہ سنکی سولجر ہے اپنی بات سے نہیں ہٹے گا۔''

''او کے میں معلوم کر کے بتاؤں گی۔'' نوشی نے کہا۔

''تمہاری چائے اب تک نہیں آئی۔'' شامی نے یاد دلایا تو نوشی نے کریم کو آواز دی۔

''کریم اب چائے لے ہی آؤ۔''

اگلی شام نوشی، وقار ولا کے اوپر والے لاؤنج میں آتش دان کے سامنے شامی اور تیمور کے ساتھ بیٹھی انہیں اپنی اور نازیہ کی ملاقات کا احوال سنا رہی تھی۔ دو سال پہلے تک زوار صاحب کی بیوہ نے تین پرانے ملازموں کو رکھا ہوا تھا۔ اس سے پہلے وہ چار ملازم فارغ کر چکی تھیں۔ اچانک ہی انہوں نے ان تین ملازمین کو بھی نکال دیا۔ اس کے بعد انہوں نے قادر بخش کو رکھ لیا۔ وہ واحد ملازم تھا جو کھانا بنانے سے لے کر گھر کی دیکھ بھال تک تمام کام کرتا تھا۔ زوار صاحب کی بیوہ کا کسی سے ملنا جلنا ویسے بھی نہیں تھا۔ قادر بخش بھی بنگلے سے کم نکلتا تھا اس لیے آس پاس کے بنگلوں کے ملازموں سے اس کی سلام دعا بھی نہیں تھی۔ کسی کو نہیں معلوم کہ زوار صاحب کی بیوہ نے ایک اکیلے مرد کو کیوں ملازم رکھا ہوا ہے۔

شروع میں لوگوں کو شبہ ہوا کہ زوار صاحب کی بیوہ خیریت سے بھی ہیں یا نہیں۔ کیونکہ چند ایک جاننے والوں نے کال کر کے ان سے بات کرنی چاہی تو قادر بخش نے کال ریسیو کی اور کال کرنے والوں کو بتایا کہ بیگم صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے وہ بات نہیں کر سکتیں۔ لیکن اس سے پہلے لوگوں کے شبہات خطرناک حد تک پہنچتے اور بات پولیس تک جاتی، ایک شام زوار صاحب کی بیوہ چہل قدمی کرتی ہوئی قریبی پارک تک چلی آئیں۔ یوں سارا علاقہ واقف ہو گیا کہ وہ خیریت سے ہیں۔ لوگوں سے سلام دعا بھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد مہینے میں ایک دو بار اسی طرح پارک تک آ جاتی تھیں مگر سال بھر سے انہوں نے نکلنا کم کر دیا تھا اب شاذ ہی باہر آتی تھیں۔ بہرحال اب کسی کو تجسس نہیں ہوتا تھا۔ اس دوران میں قادر بخش اکیلا ہی ملازم رہا تھا۔ پھر چھ مہینے پہلے وہ گل نار کو لے آیا۔ گل نار اندر کے کام دیکھنے لگی تھی اور قادر بخش نے گیٹ اور باہر کے کاموں کی ذمے داریاں سنبھال لی تھیں۔ تیمور نے کہا۔

''یہ حیرت انگیز ہے کہ زوار صاحب کی بیوہ نے برسوں پرانے ملازم نکال کر ایک اجنبی شخص کو ملازم رکھ لیا جبکہ وہ بالکل اکیلی ہوتی ہیں۔''

''وہ ساٹھ سال کی بوڑھی اور بیمار خاتون ہیں۔'' شامی نے اسے یاد دلایا۔

''یار عورت کو ایک ہی خطرہ تو نہیں ہوتا ہے۔'' تیمور نے کہا تو نوشی جھینپ گئی۔

''ایکسکیوزمی پلیز۔''

''سوری، میرا مطلب ہے کہ وہ بہت دولت مند خاتون ہیں اور ان کے پاس قیمتی اشیا اور نقدی کی کمی نہیں ہوگی۔ اگر قادر بخش کچھ کرنے کی ٹھان لے تو وہ اسے روک نہیں سکتی ہیں۔''

''یہ تو ہے لیکن قادر بخش کو بھی دو سال ہو گئے ہیں۔ اگر اسے کچھ کرنا ہوتا تو اب تک کر چکا ہوتا۔'' شامی نے نقطہ اٹھایا۔

''ہاں یہ بھی ہے لیکن بعض لوگ طویل المدت منصوبے بناتے ہیں۔''

نوشی جو اب تک خاموشی سے سن رہی تھی، اس نے کہا۔ ''اس سارے معاملے میں فولاد خان اور گل نار کی بات تو رہ ہی گئی۔''

شامی نے کہا۔ ''میں سوچ رہا ہوں کہ ایک بار زوار صاحب کی بیوہ سے ملاقات کر لی جائے۔''

''وہ کس لیے؟''

''یہ کہنا تو مشکل ہے۔'' شامی نے سر ہلایا۔ ''مگر کچھ باتیں اسی طرح کھلیں گی۔''

''ملاقات کیسے ہوگی۔ اگر انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا؟''

''ہم دادا جان کے حوالے سے ملیں گے۔'' شامی نے آئیڈیا پیش کیا۔ ''کہ انہوں نے مزاج پرسی کے لیے بھیجا ہے۔''

''آئیڈیا تو برا نہیں ہے لیکن اگر انہوں نے ملنے سے انکار کیا تو یہ دادا جان کی بے عزتی ہوگی۔'' تیمور نے کہا۔ ''میں برداشت نہیں کروں گا۔''

شامی نے سوچا اور سر ہلایا۔ ''یہ تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تب کیا کریں؟''

''براہِ راست ملنا مناسب نہیں ہوگا۔'' تیمور نے کہا۔ ''اگر ہمیں اندر کی معلومات درکار ہیں تو سب سے مناسب

ذریعہ گل نار ہی ہے۔''

''اس سے کیسے رابطہ کیا جائے؟''

''یہ مجھ پر چھوڑ دو۔'' تیمور نے کہا۔

''ایک سوال ہے کہ فرض کرو معاملہ سیٹ ہو جاتا ہے۔ تب بھی فولاد خان اور گل نار کی شادی کے موقع پر بات تو کھلے گی۔'' شامی نے خدشہ ظاہر کیا۔

''یار وہ دادا جان ہیں، کوئی ہٹلر نہیں ہیں۔ وہ صرف اسی وقت کسی معاملے میں دخل دیتے ہیں جب بات ان تک یا خاندان کے وقار تک آنے کا خدشہ ہو۔ ماضی میں جو ہو چکا ہوگا بلاوجہ اسے کیوں لے بیٹھیں گے۔'' تیمور نے کہا۔ ''اب مجھے فولاد خان سے ملاقات کرنی ہے کیونکہ گل نار سے ملاقات وہی کرا سکتا ہے۔''

فولاد خان، تیمور کی شمولیت سے خوش ہوا تھا۔ اس نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ ''تیمور صیب جب آپ اور شامی صیب کسی کام کو مل کر فرماتا اے تو وہ لازمی او جاتا اے۔''

''اب ایسا بھی نہیں ہے بہت سے کام ہم الگ الگ بھی کرتے ہیں اور وہ ہو بھی جاتے ہیں۔'' تیمور نے تردید کی اور پھر گل نار سے ملاقات کا کہا۔

''تیمور صیب آپ اس سے مل کر کیا کرے گا؟'' فولاد خان تردد کے ساتھ بولا۔

''یار میں کوٹھی کے حالات پوچھوں گا۔ قادر بخش مجھے مشکوک آدمی لگ رہا ہے۔ آخر زوار صاحب کی بیوہ نے اس پر اعتبار کیسے کر لیا کہ سارے ملازمین کو نکال کر اسے ملازم رکھا۔ گل نار چھ مہینے پہلے اس کی بیوی بنی ہے۔''

فولاد خان حیران ہوا۔ ''اتنا تو ام بی جانتا۔''

''تم میں اور ہم میں فرق ہے فولاد خان۔'' شامی نے کہا۔ ''جب ہم کسی کام کے پیچھے پڑتے ہیں تو اسے کر کے رہتے ہیں۔''

''صیب آپ لوگ امارا شادی گل نار سے کرا دو۔'' فولاد خان نے التجائی لہجے میں کہا۔ ''امارا آنے والا نسل بی آپ کو دعا دے گا۔''

شامی ہنسا۔ ''اب تو اور ضروری ہو گیا ہے فولاد خان کی اگلی نسل شادی سے مشروط ہے اور ہمیں اس کی دعائیں لینی ہیں۔''

کیونکہ یہ فولاد خان کا ذاتی کام تھا اس لیے اس نے بھی دماغ لڑانا ضروری سمجھا اور بولا۔ ''صیب یہ قادر بخش اچا آدمی نہیں اے۔ تو اس نے کوچ نہ کوچ برا کیا ہوگا۔''

تیمور نے سر ہلایا۔ ''جیسے گل نار سے شادی۔''

''نہیں صیب ایسا کام جو پولیس کو اچا نہیں لگتا او۔''

''اگر پولیس کو کچھ کھلایا پلایا نہ جائے تو اسے بہت برا لگتا ہے۔'' شامی نے کہا۔

''نہیں صیب امارا مطلب اے چوری موری، ڈاکا ماکا، قتل متل۔''

''یہ سارے کام اسے نہایت پسند ہیں کیونکہ انہیں سے ان کے گھر میں چولہے جلتے ہیں۔'' شامی نے کہا مگر تیمور سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے شامی سے کہا۔

''یار فولاد خان کم ہی کرتا ہے مگر آج اس نے پتے کی بات کی ہے۔''

فولاد خان خفا نہیں ہوا۔ ''آپ ٹیک فرماتا، امارا دماغ رکشے کی طرا چلتا اے پر آج ٹرک کی طرا چل را اے۔''

''تیرا مطلب ہے کہ قادر بخش کسی نہ کسی قانون شکنی میں ملوث ہو سکتا ہے۔'' شامی نے پوچھا تو تیمور نے سر ہلایا۔

''بالکل ہو سکتا ہے۔''

''تب یہ بات گل نار یعنی بیوی سے بہتر کون جان سکتا ہے۔''

''ہو سکتا ہے گل نار جانتی ہو یا ہو سکتا ہے وہ ناواقف ہو۔''

☆☆☆

گل نار نے نفی میں سر ہلایا۔ ''ام نہیں جانتا۔ قادر بخش ام کو اپنے بارے میں نہیں بتاتا۔ ام کو تو اس کا رشتے دار کا بی معلوم نہیں اے۔''

وہ سب تیمور کی کار میں تھے۔ فولاد خان نے گل نار سے رابطہ کر کے اسے تیمور اور شامی سے ملنے پر آمادہ کر لیا تھا۔ اس کار خیر کے لیے وہ فجر کے بعد زوار صاحب کے بنگلے پر جا پہنچا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ صبح مارکیٹ جانے کا کہہ کر نکلے گی۔ انہوں نے پارک کے پاس سے اسے پک کیا تھا۔ تیمور ڈرائیو کر رہا تھا اور شامی اس کے ساتھ تھا جبکہ فولاد خان اور گل نار پچھلی سیٹ پر براجمان تھے۔ گل نار سہمی ہوئی تھی مگر فولاد خان کی وجہ سے اسے ڈھارس بھی تھی۔ اس کی جھجک نکالنے کے لیے پہلے تیمور نے پشتو کا استعمال کیا۔ اسے خاصی حد تک پشتو آتی تھی۔ اس کا اچھا اثر ہوا اور گل نار کھل کر بولنے لگی۔ کچھ سوالات کے بعد تیمور اصل بات پر آیا اور قادر بخش کی ذاتی زندگی کے بارے میں سوالات

http://primenovels.blogspot.com/
http://primenovels.blogspot.com/

کرنے لگا۔ گل نار اس کے بارے میں بہت کم جانتی تھی۔ اس نے بتایا کہ قادر بخش شراب پیتا ہے مگر یہ کام وہ صرف رات کو کرتا ہے، دن میں وہ نشے سے دور رہتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی گل نار نے خاصے اہم انکشافات کیے تھے۔ قادر بخش کو بنگلے میں خاصا سجا ہوا اور بہترین کوارٹر ملا ہوا تھا جس میں ضرورت کی ہر چیز تھی۔ ذاتی استعمال کی اشیا قیمتی اور اعلیٰ درجے کی تھیں۔ مشروبات وہ غیر ملکی استعمال کرتا تھا۔ دوسری چیزوں کے لیے بھی اس کا ہاتھ بہت کھلا ہوا تھا۔ صرف خود پر ہی نہیں وہ گل نار پر بھی کھل کر خرچ کرتا تھا۔ اس وقت بھی گل نار نے جو سوٹ پہن رکھا تھا اس کی مالیت چار ہزار تھی۔ اس کے پاؤں میں دو ہزار والی چپل تھی اور اس کا برانڈڈ سوئیٹر ڈھائی ہزار سے کم نہیں تھا۔ اوپر سے اس نے پشمینے کی شال اوڑھ رکھی تھی اور کہیں سے بھی نوکرانی نظر نہیں آتی تھی۔ البتہ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ قادر بخش کو تنخواہ کیا ملتی ہے۔ اس کا مزید کوئی ذریعہ آمدنی ہے یا نہیں۔ شامی نے اس سے کہا۔ ”تم نے سوچا کہ ایک نوکر اتنے ٹھاٹ سے کیسے رہ سکتا ہے اور اس کے پاس اتنا پیسہ کہاں سے آیا؟“

”ام نہیں سوچا۔“ گل نار نے سادگی سے کہا۔ ”وہ ام کو اچھا نہیں لگتا اور جو اچھا نہ لگے ام اس کے بارے میں نہیں سوچتا۔“

”اب سوچو۔“ شامی نے کہا۔ ”تمہیں قادر بخش سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے اور اس کے لیے تمہیں اس کی جاسوسی کرنا ہوگی۔“

”ام کیا کرے گا؟“ گل نار جھجک کر بولی۔ ”ام سمجا نہیں۔“

شامی کی پشتو اتنی اچھی نہیں تھی اس لیے وہ اردو پشتو دونوں ملا کر کام چلا رہا تھا۔ فولاد خان نے اسے سمجھایا کہ شامی کیا کہہ رہا تھا۔ وہ سہم گئی۔ ”ام ایسا نہیں کر سکتا۔ ام نے ایسا کیا تو قادر بخش امارا گلا کاٹ دے گا۔“

”ام قادر بخش کا سر کاٹ دے گا اگر اس نے تومارا گلا کاٹا۔“ فولاد خان نے فوراً جذباتی ہو کر کہا۔

شامی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ بالکل اَن پڑھ اور سیدھی سی عورت تھی۔ اسے ان معاملات کا کچھ پتا نہیں تھا۔ اس کے پاس زیادہ وقت بھی نہیں تھا۔ گل نار کا کہنا تھا کہ جب سے فولاد خان نے اسے سبزی کے ٹوکرے سمیت بنگلے پر پہنچایا تھا تب سے قادر بخش مشکوک رہنے لگا تھا۔ وہ تو شکر ہے کہ اسے علم نہیں ہوا کہ بارش والی رات وہ اس سے بچنے کے لیے بھاگی تھی ورنہ اس کی شامت آجاتی۔ اب بھی وہ پندرہ بیس منٹ سے زیادہ دیر نہیں کر سکتی تھی ورنہ قادر بخش سوال کرتا اور مطمئن نہ ہوتا تو اس پر تشدد کرتا۔ انہوں نے اسے مارکیٹ کے پاس چھوڑ دیا۔ کچن کے لیے سامان لانا اسی کی ذمے داری تھی۔ پہلے قادر بخش یہ کام کرتا تھا مگر اب اندر کے ساتھ ساتھ اس نے باہر کے کام بھی گل نار کے سر مارنا شروع کر دیے تھے۔ فولاد خان کو ولا کے گیٹ پر اتار کر تیمور نے کار کا رخ کلب کی طرف موڑ دیا۔ آج وہاں فنکشن تھا جس میں کچھ ابھرتے ہوئے پاپ بینڈ موسیقی کے نام پر ہنگامہ آرائی کرنے آرہے تھے۔ تیمور نے کہا۔

”یار لڑکی بہت ہی سادہ ہے۔“

”لڑکی نہیں، عورت۔“ شامی نے اسے ٹوکا۔ ”ویسے باقی مجھے اتفاق ہے۔ میرا خیال ہے فولاد خان اس کی سادگی پر مرمٹا ہے۔“

”قادر بخش کی جاسوسی آسان نہیں ہے۔ یہ جانتی ہی نہیں ہے جاسوسی کیسے کی جاتی ہے۔“

”حالانکہ ہر بیوی فطری طور پر جاسوس ہوتی ہے۔“ شامی نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ ”وہ جانتی ہے کہ شوہر کی جڑوں تک کیسے پہنچا جاتا ہے۔“

”گل نار کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ قادر بخش کو شوہر تسلیم ہی نہیں کرتی ہے۔ اگر کرے تو شوہر کے بارے میں تجسس بھی کرے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ نوشی نے مجھے شوہر مان لیا ہے۔“ شامی نے سرد آہ بھری۔ ”ابھی مجھے شوہرانہ حقوق حاصل نہیں ہوئے ہیں اور وہ میری مکمل جاسوسی کرنے لگی ہے۔“

”بہر حال کہیں سے تو آغاز کرنا ہے۔“ تیمور نے سوچتے ہوئے کہا۔ ”ایک کام کرو کسی طرح قادر بخش کی تصویر اور اس کے آئی ڈی کارڈ کی کاپی حاصل کرو۔“

”پولیس تفتیش؟“

”ہاں یار، شاہنواز واپس اسلام آباد آگیا ہے اور اتفاق سے انویسٹی گیشن میں ہے۔ اس کے پاس تمام پولیس اسٹیشنز کا ریکارڈ موجود ہے۔“

شاہنواز ان کا دور کا کزن اور ایس ایس پی تھا۔ شامی نے کہا۔ ”سوچ لے اس صورت میں وہ دادا جان سے ذکر کر سکتا ہے۔“

”میں منع کر دوں گا تو نہیں کرے گا۔“

http://primenovels.blogspot.com/

”ٹھیک ہے، میں یہ کام فولاد خان کے ذمے لگاتا ہوں۔ اس عورت کو بار بار بلانا اور کار میں لیے گھومنا درست نہیں ہے آدھا شہر ہمیں جانتا ہے۔“

فنکشن اچھا رہا تھا اور انہیں کچھ خوب صورت لڑکیوں کا ساتھ مل گیا تھا اس لیے شام اچھی گزر گئی تھی۔ اتفاق سے آنے والے بینڈز میں سے ایک نے بہت اچھا پرفارم کیا اور ان کی تفریح دوبالا ہو گئی۔ اگلی صبح ناشتے سے ذرا پہلے نوشی نازل ہوئی تو شامی کا ماتھا ٹھنکا۔ ”خیریت! آج صبح سویرے؟“

نوشی معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ ”کیوں اگر میں صبح آؤں تو خیریت نہیں ہوگی؟“

”نہیں، میرا مطلب ہے کہ تم کل کہیں گئی تھیں؟“ شامی نے اندیشوں سے لرزتی آواز میں پوچھا۔

”ہاں۔“ نوشی نے اطمینان سے کہا۔

”کہاں؟“ شامی نے پوچھا۔

اس سے پہلے نوشی جواب دیتی، نواب صاحب لاؤنج میں داخل ہوئے۔ نوشی نے ادب سے سلام کیا تو انہوں نے جواب دے کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ”اب ہم سوچ رہے ہیں کہ تمہیں یہیں لے آئیں۔“

نوشی شرما گئی اور جلدی سے بولی۔ ”انکل میں سامنے تو رہتی ہوں جب آپ حکم فرمائیں میں آجایا کروں گی۔“

”جیتی رہو۔“ نواب صاحب نے شامی کی طرف دیکھا۔ ”دراصل اب ہم بوڑھے ہو گئے ہیں، نگرانی کا فرض اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے اس لیے چاہتے ہیں کہ کوئی مستقل نگرانی کرنے والی آجائے۔ بعض گھوڑوں کو بے لگام چھوڑا نہیں جا سکتا ہے۔“

شامی کا خون کھول رہا تھا، وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ گفتگو اسی کے بارے میں ہے مگر وہ نواب صاحب کی موجودگی میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ نواب صاحب نے نوشی کو ناشتے کی دعوت دی جو اس نے فوراً قبول کر لی اور شامی سوچ رہا تھا کہ وہ ناشتے کی میز پر ہی گل کھلائے گی۔ تیمور کو جلدی تھی اس لیے وہ پہلے ہی دفتر جا چکا تھا۔ شامی پچھتا رہا تھا کہ اس نے تیمور کی پیروی کیوں نہیں کی۔ مگر اسے کیا معلوم تھا کہ یہ مصیبت صبح ناشتے سے پہلے نازل ہو جائے گی۔ شامی گھر کا اور بھرپور ناشتا کرنے کا عادی تھا۔ اسے باہر ناشتا کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ نواب صاحب نے نوشی سے سرگرمیوں کا پوچھا تو اسے موقع مل گیا۔ اس نے بتایا کہ وہ کل ایک فنکشن میں گئی تھی۔ اس کی سہیلی نے بلایا تھا۔ اچھا فنکشن تھا مگر بعض لوگ وہاں آکر قابو سے باہر ہو گئے تھے۔ ”انکل آج کی نسل کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ بس مغرب کی اندھا دھند پیروی کرنی ہے۔“

نوشی نے ان کی تصاویر بھی لی تھیں اور اپنے موبائل پر وہ نواب صاحب کو تصاویر دکھانے لگی۔ ان کے تبصروں سے ظاہر تھا کہ تصویریں کس کی اور کس نوعیت کی تھیں۔ دراصل شامی نے فری ہو جانے والی لڑکیوں کے ساتھ ڈانس میں بھی حصہ لیا تھا۔ نوشی اور نواب صاحب ناشتے کے ساتھ ان تصویروں کو دیکھنے میں بھی مگن رہے۔ شامی چائے کے ساتھ خون کے گھونٹ بھی پیتا رہا۔ بالآخر اس کا ضبط جواب دے گیا، اس نے چائے کی پیالی رکھ کر نوشی سے کہا۔ ”ٹھیک ہے میں اور تیمور کل ایک فنکشن میں گئے تھے، وہاں ہم نے کچھ تفریح بھی کی تھی مگر یہ کتنی گھٹیا حرکت ہے کہ تم ہماری جاسوسی کرتی ہو اور پھر تصویریں لے کر دادا جان کو دکھاتی ہو۔“

”تمہاری جاسوسی۔“ نوشی نے معصومیت سے کہا۔ ”میں بھلا ایسی گھٹیا حرکت کیوں کروں گی۔ یہ تم سے کس نے کہا کہ میں نے تمہاری تصویریں لی ہیں؟“

”تب تم دادا جان کو کیا دکھا رہی ہو؟“ شامی نے ڈوبتے دل کے ساتھ پوچھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ نوشی کے جال میں پھنس گیا ہے اور اپنی گردن میں پھندا پھنسا بیٹھا ہے۔

”لو تم خود دیکھ لو۔“ نوشی نے موبائل اسکرین اس کے سامنے کر دی اور تصویریں دکھانے لگی۔ اس کے انداز میں مصنوعی برہمی تھی۔ تصویریں دکھا کر وہ کھڑی ہو گئی اور ناشتے کے لیے نواب صاحب کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے منناتی ہوئی چلی گئی۔ شامی کی حالت خراب ہونے لگی۔ اسے معلوم تھا کہ نوشی نواب صاحب کا غصہ بڑھانے کے لیے خفگی کی اداکاری کر رہی ہے۔ نوشی کے جاتے ہی نواب صاحب نے سرد لہجے میں کہا۔ ”آپ پندرہ منٹ بعد مجھ سے اسٹڈی میں ملیے۔“

آدھے گھنٹے بعد شامی باہر آیا تو نوشی، فولاد خان سے ہنس کر بات کر رہی تھی۔ شامی کو دیکھ کر اس نے بلند آواز سے کہا۔ ”آدمی کے لیے بہتر ہے وہ کسی کو اتنا ہی تنگ کرے جتنا کہ وہ خود برداشت کر سکتا ہے۔“

فولاد خان نے دانت نکالے۔ ”ٹیک فرمایا بی بی صیب۔“

اس سے پہلے شامی اسے کچھ کہتا، وہ گیٹ سے نکل کر

http://primenovels.blogspot.com/

جا چکی تھی۔ شامی گہری سانس لے کر رہ گیا۔ نوشی نے بدلہ لے لیا تھا۔ فولاد خان نسوار ڈبیا سے نسوار لگا کر اس کے آئینے میں اپنی مونچھیں دیکھ کر ان کو بل دے رہا تھا۔ شامی نزدیک آیا تو اس نے سلام کر کے کہا۔ ''آج کتنا اچا دن نکلا اے شامی صیب۔''

''تمہارے لیے ہے۔'' شامی نے سرد آہ بھری۔ ''میں نے تو صبح سویرے نوشی کو دیکھ لیا تھا۔''

''تب تو آپ کا دن اور اچا ہونا چائی اے۔''

شامی دانت پیس کر مسکرایا۔ ''اچھا ہو گیا ہے۔ ابھی داداجان کے پاس سے آرہا ہوں۔ خیر چھوڑو تم ایک کام کرو، گل نار سے قادر بخش کے آئی ڈی کارڈ کی کاپی اور اس کی ایک تصویر لے لو۔''

''ام لے لے گا۔'' فولاد خان بولا۔ ''پر آپ ان چیزوں کا کیا کرے گا؟''

''قادر بخش کا پولیس ریکارڈ چیک کرانا ہے لیکن یہ بات گل نار کو مت بتانا۔ ہوسکتا ہے وہ ڈر جائے اور یہ چیزیں نہ دے۔''

''ام بالکل نہیں بتائے گا۔'' فولاد خان نے یقین دلایا۔

''تم ایک کام اور کر سکتے ہو۔'' شامی نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''گل نار نے اپنے قبیلے، خاندان اور باپ کے حوالے سے جو بتایا ہے، تم اس کی تصدیق کر سکتے ہو؟''

فولاد خان کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔ کیونکہ اس میں گل نار پر شبہ کیا جا رہا تھا۔ اس نے ہچکچا کر پوچھا۔ ''کیوں صیب، اس کا کیا ضارورات اے؟''

''یار معلوم کرنے میں کیا حرج ہے۔ بعض اوقات کوئی کام کی بات سامنے آجاتی ہے جس سے آسانی ہو جائے۔''

فولاد خان نے اس بار بادلِ ناخواستہ اپنا بڑا سا سر ہلایا۔ ''ام معلوم کرے گا۔''

''لیکن تصویر اور آئی ڈی کارڈ والا کام پہلے کرنا ہے۔'' شامی نے پورچ کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ نواب صاحب نے کلاس زیادہ طویل تو نہیں لی تھی مگر مختصر مدت میں اس سے زیادہ انہوں نے کم ہی سنائی تھیں۔ تیمور تھا نہیں اس لیے اس کے حصے کی بھی اسے سننی پڑی تھیں۔ نواب صاحب کا کہنا تھا کہ اب وہ میچور ہو گئے ہیں اور زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح تفریح میں بھی انہیں یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔ شامی کا موڈ اتنا خراب تھا کہ اگر تیمور فولاد خان والے معاملے میں شامل نہ ہوتا تو وہ اس پر بھی لعنت بھیج دیتا۔ اس کا فی الحال کچھ کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ دفتر جاتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے بلاوجہ ہی انجینئرنگ کی ڈگری لی۔ ایم بی اے کرتا اور آفس جاب کرتا۔ اگرچہ وہ ابھی بھی آفس جاب ہی کر رہا تھا مگر یہ عارضی تھی۔

شام کو دفتر سے واپسی پر فولاد خان نے اسے گیٹ پر قادر بخش کے شناختی کارڈ کی کاپی اور پاسپورٹ سائز تصویر دی۔

''یہ ام گل نار سے لایا اے اور آج ام مرتے مارتے بچا اے۔''

ہوا یوں کہ فولاد خان گل نار کے لیے بنگلے کے آس پاس منڈلا رہا تھا کہ اندر سے قادر بخش نکل آیا۔ وہ فولاد خان کے گلے پڑ گیا کہ وہ یہاں کیوں منڈلا رہا ہے۔ اس پر فولاد خان نے جواز پیش کیا کہ وہ یہاں چہل قدمی کر رہا تھا۔ قادر بخش نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنے بنگلے کے سامنے جا کر ٹہلے۔ اس نے جھگڑے کو بڑھانا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ جانے لگا تھا کہ ایک چھوٹا سا پتھر آ کر اسے لگا اور اس کے گرد ایک پرچہ تھا۔ یہ پرچہ دراصل ایک رسالے سے کاٹ کر نکالی ہوئی تصویر تھی اور اس میں ایک پارک دکھایا گیا تھا۔ فولاد خان پہلے نہیں سمجھا کہ اگر گل نار نے اسے یہ بھیجا ہے تو اس کا مطلب کیا ہے؟ پھر اسے خیال آیا کہ اس نے اسے پارک میں تو نہیں بلایا ہے۔

فولاد خان پارک جا پہنچا۔ اس کا خیال درست نکلا۔ کچھ دیر بعد گل نار آئی اور فولاد خان سے قادر بخش کے رویے کی معذرت کی۔ فولاد خان خوش ہوا اور اسے کہا کہ وہ قادر بخش کی ایک تصویر اور آئی ڈی کارڈ کی کاپی لا دے۔ گل نار نے اسے وہیں رکنے کو کہا اور واپس چلی گئی۔ آدھے گھنٹے بعد اس نے فولاد خان کو دونوں چیزیں لا دیں مگر اس بار وہ رکی نہیں تھی۔ اس نے فولاد خان سے کہا کہ قادر بخش کچھ دیر کے لیے بنگلے سے نکلا ہے اس لیے اسے موقع ملا ہے۔ اب اسے قادر بخش کی آمد سے پہلے واپس جانا ہے۔

فولاد خان دل مسوس کر واپس آ گیا۔ شامی نے دونوں چیزوں کا معائنہ کیا۔ قادر بخش کی تصویر تو واضح تھی مگر اس کے آئی ڈی کارڈ کی کاپی بہت گھسی ہوئی تھی۔ تصویر واضح نہیں تھی۔ صرف سیاہ اور سفید رنگوں کے دھبے تھے۔ نمبر بھی مشکل سے پڑھا جا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''کاپی صاف نہیں ہے۔''

''شامی صیب گل نار نے یہ بی بوت کیا اے۔'' فولاد خان نے جواب دیا۔ ''آپ سانچ سکتا اے وہ کیسا لڑکی

http://primenovels.blogspot.com/

ائے اسے ایسا کام نہیں آتا اے۔ قادر بخش چالاک آدمی اے وہ اسے پکڑ لے گا۔''

''تم نے اس کے بارے میں اپنے علاقے سے معلوم کیا؟''

''ابی نئیں کیا رات کو کرے گا۔ اور میرا ایک چاچا اے۔ وہ سب کا بارے میں جانتا اے۔ نام تو نادر خان اے پر سب نادرا خان بولتا اے۔''

شامی ہنسا۔ ''ٹھیک بولتا ہے ممکن ہے اس کی کارکردگی نادرا سے اچھی ہو۔''

''وہ بتادے گا۔'' فولاد خان نے یقین سے کہا۔

شامی اندر آیا تو تیمور آچکا تھا۔ وہ بستر پر دراز کانوں سے بڑے سائز کے ہیڈ فون لگائے پاؤں ہلا رہا تھا۔ شامی نے پلیئر سے لگا ہوا ہیڈ فون کا جیک کھینچ لیا۔ تیمور نے اسے گھورا تو اس نے قادر بخش کی تصویر اور آئی ڈی کارڈ کی کاپی اس کے سامنے ڈال دی۔ ''یہ فولاد خان لے آیا ہے۔''

تیمور نے آئی ڈی کارڈ کاپی دیکھی اور بولا۔ ''یہ غیر واضح ہے۔''

''ہاں مگر فولاد خان کا کہنا ہے کہ ہمیں اسی پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ وہ لے آئی ہے۔''

تیمور نے اپنے آئی فون سے دونوں چیزوں کی تصویریں لیں اور پھر شاہنواز کو کال کی۔ ''کیا حال ہیں ایس ایس پی صاحب... بہت دن ہو گئے بات نہیں ہوئی... ایک کام تھا سوچا اس بہانے بات بھی ہو جائے گی... ہاں یار ایک بندے کی انکوائری کرانی ہے... نام قادر بخش ہے... میں اس کی این آئی سی کی کاپی اور تصویر واٹس ایپ کر رہا ہوں... کاپی واضح نہیں ہے لیکن نمبر واضح ہے، اس سے کام چل جائے گا... او کے کب تک بتاؤ گے؟... نہیں یار اتنی جلدی بھی نہیں ہے... ایڈوانس تھینک... اور ہاں داداجان سے ذکر کی ضرورت نہیں ہے... ہاہاہا... یار تم سمجھدار ہو گئے ہو... اس کا مطلب ہے جلد یا تو پولیس کی نوکری سے جاؤ گے یا پھر ڈی آئی جی بنو گے۔''

کال کاٹ کر اس نے دونوں چیزیں شاہنواز کو واٹس ایپ کر دیں۔ اس نے چند لمحے بعد او کے کر دیا۔ اس دوران میں شامی ہیڈ فون کان سے لگائے میوزک سن رہا تھا۔ کال کر کے تیمور نے جیک کھینچا تو شامی کے چلتے پاؤں رک گئے۔ اس نے ہیڈ فون اتارا۔ ''کیا ہوا؟''

''ہو گیا ہے، شاہنواز کل شام تک بتائے گا۔'' تیمور نے ہیڈ فون لے کر واپس کانوں پر چڑھا لیا مگر جیک لگانے کے بجائے شامی سے پوچھا۔ ''سنا ہے صبح سویرے نوشی آئی تھی اور اس کے جانے کے بعد تو کچھ دیر داداجان کے ساتھ اسٹڈی میں رہا تھا؟''

شامی نے ٹھنڈی سانس لے کر سر ہلایا۔ ''اور بہت مشکل میں رہا۔''

شامی نے تیمور کو صبح والی نوشی کی جوابی کارروائی کے بارے میں بتایا تو وہ مسکرایا۔ ''نوشی نے ہاتھ بہت ہلکا رکھا۔''

شامی خفا ہو گیا۔ ''یہ ہاتھ ہلکا رکھا ہے؟''

''شکر کر اس نے اصل تصاویر نہیں پیش کر دیں جن میں تو دو لڑکیوں کے درمیان سینڈوچ بنا ڈانس کر رہا تھا۔''

شامی چونکا۔ ''کیا مطلب؟''

''یار وہ بھی وہاں تھی، میں نے دیکھ لیا تھا مگر اس نے اشارے سے منع کیا کہ تجھے نہ بتاؤں۔''

شامی بھنا گیا۔ ''اور تو نے نہیں بتایا۔ صبح میں کتنی آسانی سے اس کے جال میں پھنس گیا۔''

''شکر کر نہیں بتایا ورنہ اس کا پلان خراب ہوتا تو وہ اصل تصاویر بھی پیش کر سکتی تھی۔'' تیمور نے کہا تو شامی کچھ ٹھنڈا ہوا۔ واقعی اس صورت میں نوشی اصل تصاویر بھی پیش کر سکتی تھی اور اس کے بعد اس کی کلاس زیادہ طویل اور عبرتناک ہو جاتی۔ اس کلاس کا سوچ کر شامی کا غصہ پھر ابھرنے لگا۔

''میں اسے چھوڑوں گا۔''

''یار تو پہلے ہی کر چکا ہے۔ سارا دن وہ مری میں رہی تھی۔''

''تفریح کرتی رہی اور یہاں میں نے داداجان کی جھاڑ کھائی ہیں۔''

''معاف کر دے یار۔''

''ہرگز نہیں۔'' شامی نے کہا۔ ''بس ذرا یہ فولاد خان والا معاملہ نمٹ جائے پھر دیکھنا میں اس کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔''

تیمور نے پلیئر سے ہیڈ فون لگاتے ہوئے کہا۔ ''بھائی مرضی ہے تیری۔''

اگلی صبح شامی دفتر جانے کے لیے نکلا تھا۔ اس کا راستہ زوار صاحب کی بیوہ کے بنگلے کے پاس سے گزرتا تھا۔ گزرتے ہوئے اس کی نظر بنگلے کی طرف گئی تو وہ چونکا۔ ایک عدد ایمبولینس بنگلے کے گیٹ میں داخل ہو رہی تھی۔ شامی اس دوران میں آگے نکل گیا تھا۔ اس نے سوچا اور پھر

http://primenovels.blogspot.com/

کار ایک طرف روک لی۔ اس علاقے کی مین روڈ یہی تھی۔ اس کی توقع کے عین مطابق دس منٹ بعد ایمبولینس گزری اور اس نے کار اس کے پیچھے لگا دی۔ ایمبولینس ایک اچھے اسپتال کی تھی۔ اس کا نام ایمبولینس پر پرنٹ تھا۔ اگرچہ شامی کو علم نہیں تھا کہ ایمبولینس کس سلسلے میں آئی تھی۔ ممکن ہے وہ کسی کو چھوڑنے آئی ہو یا زوار صاحب کی بیوہ کے بجائے کسی اور کو لینے آئی ہو۔ مگر شامی کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ ایمبولینس میں زوار صاحب کی بیوہ ہی ہیں۔ پندرہ منٹ بعد ایمبولینس اسپتال میں تھی۔ شامی کے اندازے کی تصدیق ہوگئی جب عقبی حصے سے اسٹریچر کے ساتھ قادر بخش بھی اترا تھا اور اندر چلا گیا۔ شامی کار اسپتال کے باہر ہی چھوڑ کر اندر آیا اور اس نے ایمبولینس کے ڈرائیور سے پوچھا۔

"بیگم صاحبہ کو اندر لے گئے ہیں کیا؟" ڈرائیور نے غور سے اسے دیکھا۔ "آپ کون ہیں؟"

"یہاں جو بوڑھی خاتون لائی گئی ہیں، میں ان کا سیکریٹری ہوں۔"

"اچھا اچھا۔" وہ مطمئن ہوگیا۔ "انہیں ایمرجنسی میں لے گئے ہیں۔"

شامی اب اندر آیا اور اس نے استقبالیہ سے بیگم زوار کے بارے میں پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ وہ سانس لینے میں مشکل کی وجہ سے یہاں آئی ہیں۔ شامی نے یہاں خود کو ایک رشتے دار بتایا تھا۔ اس نے پوچھا کہ علاج کے اخراجات کا مسئلہ تو نہیں ہے؟ اس پر استقبالیہ کلرک نے اسے بتایا کہ بیگم زوار کے ساتھ آنے والے ملازم نے پیشگی بیس ہزار جمع کرا دیے تھے۔ شامی ویٹنگ روم کی طرف چلا آیا اور اس نے وہاں رکھا ہوا ایک بڑے سائز کا ہفتہ وار میگزین اٹھا لیا۔ کچھ دیر بعد اسے قادر بخش ایک ڈاکٹر کے ساتھ آتا دکھائی دیا تو اس نے میگزین چہرہ پوشی کے لیے سامنے کرلیا۔ اس نے قادر بخش کو پہلی بار تصویر میں دیکھا تھا مگر اس کا بہت زیادہ امکان تھا کہ قادر بخش نے اسے دیکھ رکھا ہو۔ وہ ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا۔ "بیگم صاحبہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے انہیں سانس لینے میں بہت دشواری پیش آرہی ہے۔"

"فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "ان کے پھیپھڑے کمزور ہیں۔ اس موسم میں ایسی تکلیف ہوجاتی ہے۔ اب وہ ٹھیک ہیں آپ لے جاسکتے ہیں۔"

"کم سے کم ایک دن تو انہیں اسپتال میں رکھا جائے۔" قادر بخش نے اصرار کیا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے اور ہمیں بنا ضرورت مریض رکھنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں ڈاکٹر صاحب، لیکن آج گھر میں کیڑے مارا اسپرے ہوگا اور یہ ان کے لیے مضر ہے اس لیے ایک رات یہ اسپتال میں رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے میں ادائیگی کروں گا۔"

"بات ادائیگی کی نہیں، اصول کی ہے۔ اگر آپ انہیں بنگلے میں نہیں رکھ سکتے تو ایک رات کسی گیسٹ ہاؤس یا ہوٹل میں رکھ لیں۔" ڈاکٹر نے کھردرے لہجے میں کہا۔

شامی نے میگزین کے کنارے سے دیکھا تو قادر بخش اسے دانت پیستا ہوا نظر آیا۔ ڈاکٹر چلا گیا تھا۔ قادر بخش بھی مڑ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ اسے کاؤنٹر پر باقی رقم کا حساب لیتا ہوا نظر آیا۔ اس نے ایمبولینس کا پوچھا گیا مگر اس نے کہا۔ "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی گاڑی لینے جا رہا ہوں۔"

قادر بخش بیگم زوار کو ایمبولینس میں نہیں لے جانا چاہتا تھا۔ اس کے جاتے ہی شامی دوبارہ استقبالیہ پر پہنچا اور اس نے بیگم زوار سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ کلرک نے ایک اٹینڈینٹ کو بلا کر بیگم زوار کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ انہیں وہیل چیئر پر ویٹنگ روم میں لایا جا رہا ہے۔ ملاقات وہیں ہوگی۔ شامی اٹینڈینٹ کے ساتھ نہیں گیا تھا، وہ اس وقت تک وہاں کھڑا رہا جب تک اٹینڈینٹ اندر نہیں چلا گیا۔ اس نے اس کے بعد بھی کوئی پانچ منٹ انتظار کیا اور پھر ویٹنگ روم میں آیا جہاں اس کی توقع کے مطابق بیگم زوار اکیلی تھیں۔ وہیل چیئر پر بیٹھی وہ بہت کمزور لگ رہی تھیں مگر اس وقت ان کی سانس ہموار تھی۔ شامی نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ اتفاق سے آیا ہو۔ اس نے بیگم زوار سے کہا۔ "آنٹی آپ یہاں... خیریت تو ہے؟"

بیگم زوار نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "تم شامیر ہو نا نواب..... وقار الملک کے پوتے؟"

"جی آنٹی آپ نے ٹھیک پہچانا۔" شامی نے نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"سانس میں کچھ مسئلہ تھا مگر میں ٹھیک تھی۔ میں نے منع کیا تھا مگر قادر پھر بھی یہاں لے آیا۔"

"قادر کون... آپ کا کوئی رشتے دار ہے؟" شامی انجان بنا۔

http://primenovels.blogspot.com/

"نہیں۔" بیگم زوار ہچکچائیں۔ "ملازم ہے۔"

"آپ کے صاحبزادے تو ملک سے باہر ہیں۔"

"ہاں۔" بیگم زوار اب کسی قدر بے چین نظر آنے لگیں۔ "پتا نہیں قادر مجھے چھوڑ کر کہاں چلا گیا ہے؟"

"اگر آپ کہیں تو میں آپ کو چھوڑ دوں۔"

"نہیں نہیں، قادر بخش لے جائے گا۔" انہوں نے جلدی سے کہا۔ "تمہارا شکریہ بیٹے۔"

بیگم زوار کا انداز ایسا تھا جیسے اب وہ شامی کے جانے کی توقع کر رہی ہوں مگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اس نے بات جاری رکھی۔ "جب انکل زندہ تھے تو اکثر دادا جان سے ملنے آتے تھے اور دادا جان بھی ان سے ملنے جاتے تھے۔"

"ہاں اس وقت کی بات اور تھی۔" بیگم زوار کا لہجہ بدل گیا۔

"مجھے یاد ہے آنٹی آپ اس وقت بالکل ینگ لگتی تھیں اور دادا جان کہتے تھے کہ آپ نے کس بوڑھے سے شادی کرلی ہے۔"

ینگ نظر آنا ہر عورت کی کمزوری ہوتی ہے۔ بیگم زوار کا موڈ بھی بدل گیا۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارے انکل عمر میں مجھ سے بیس سال بڑے تھے۔ اب بھی میری عمر اتنی نہیں ہے یہ تو بیماریوں نے حال کردیا ہے۔"

"اب بھی آپ اپنی عمر سے کم ہی لگتی ہیں۔" شامی نے کہا۔ "دادا جان نے کئی بار آپ کے بارے میں پوچھا اور جب ہم نے آپ کی خیریت سے مطلع کیا تو وہ مطمئن ہوگئے۔"

"نواب صاحب بہت وضع دار آدمی ہیں۔"

"ہاں جب انہیں پتا چلا کہ آپ نے تمام ملازم نکال کر ایک آدمی کو رکھ لیا ہے تو وہ کچھ فکرمند ہوئے تھے کہ آج کل حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ تو وہ ملازم یہی قادر ہے؟"

بیگم زوار ایک بار پھر محتاط ہوگئیں۔ "ہاں یہی ہے۔"

"اب آپ یہاں سے گھر جائیں گی؟"

"ظاہر ہے۔"

"لیکن جب میں یہاں آرہا تھا تو ایک ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ آپ کو لانے والا آپ کو ایک دن کے لیے اسپتال میں رکھنے کا کہہ رہا تھا۔ اس نے بیگم زوار کہا تو میں چونکا اور بھی یہاں آیا۔"

شامی کی بات نے بیگم زوار کو چونکا دیا مگر انہوں نے جلدی سے کہا۔ "قادر میرے خیال سے کہہ رہا ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے۔" شامی نے کہا۔ "آنٹی آج کل کا دور ایسا ہے کہ انسان اپنوں پر بھی بھروسا نہیں کرسکتا..... آپ ایک ملازم کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ اگر کوئی مسئلہ یا پریشانی لاحق ہو تو آپ مجھے کال کرسکتی ہیں۔" شامی نے کہتے ہوئے اپنا کارڈ ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔ "پلیز انکار مت کریں اور اسے سنبھال کر رکھیے گا۔ اس پر میرا موبائل نمبر بھی ہے۔"

بیگم زوار نے کارڈ ہاتھ میں دبا لیا۔ اسی لمحے باہر سے قادر بخش کے زور سے بولنے کی آواز آئی۔ "جب میں نے کہا تھا کہ میں کنوینس لینے جا رہا ہوں تو انہیں ویٹنگ روم میں کیوں شفٹ کیا؟"

"خدا حافظ۔" شامی نے آہستہ سے کہا۔ "میری بات یاد رکھیے گا۔"

وہ اسپتال سے نکلا اور کار میں بیٹھ کر تیمور کو کال کی۔ اس کا دفتر جانے کا ارادہ بدل گیا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ قادر بخش بیگم زوار کو کہاں لے جاتا ہے؟ تیمور نے کال ریسیو کی تو شامی نے اسے سنسنی خیز رپورٹ سے آگاہ کیا۔ تیمور بھی بے چین ہوگیا۔ اس نے شامی سے کہا۔ "یہ تو معاملہ کچھ اور ہی لگ رہا ہے۔"

"مجھے بھی اور ہی لگ رہا ہے۔" شامی نے کہا۔ "قادر بخش صرف گل نار کے معاملے میں ولن نہیں ہے بلکہ یہ بیگم زوار اور ان کے معاملات پر جس طرح حاوی ہے، اس سے لگ رہا ہے کہ یہ کوئی بڑا گیم کھیل رہا ہے۔ مجھے تو بیگم زوار بھی اس سے دبی نظر آئیں۔"

"سوچنے کی بات ہے کہ آخر اس نے کیوں ایک دن کے لیے بیگم زوار کو اسپتال میں رکھنے کی بات کی۔"

"ہاں اور ڈاکٹر کے ساتھ خود بیگم زوار کا کہنا ہے کہ انہیں سانس کا مسئلہ ہے مگر ایسا نہیں تھا کہ انہیں اسپتال لایا جاتا۔ دوسرے لفظوں میں قادر بخش انہیں مجبور کر کے اسپتال لایا اور پھر یہاں ڈاکٹر کی مرضی کے خلاف ایک دن کے لیے ایڈمٹ کرانا چاہ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے سختی سے انکار کردیا۔ دیکھو اب وہ کیا کرتا ہے۔"

"تو کہاں ہے؟"

"اسپتال کے باہر۔"

"بس اس کے پیچھے لگا رہو۔" تیمور نے کہا۔ "خاصے دنوں بعد کوئی سنسنی ہاتھ لگی ہے۔"

"میں تو کہہ رہا ہوں کہ تو بھی آجا۔"

"اگر قادر بخش بیگم زوار کو کہیں اور لے گیا تو میں آجاؤں گا۔"

http://primenovels.blogspot.com/

"یعنی بنگلے لے گیا تو تُو نہیں آئے گا؟"

"اس صورت میں میرا آنا بیکار ہوگا۔" تیمور نے کہا۔

اسی لمحے اندر سے قادر بخش برآمد ہوا۔ اس کے ساتھ وہیل چیئر پر بیگم زوار تھیں اور وہیل چیئر اٹینڈینٹ چلا رہا تھا۔ وہ سڑک کے کنارے کھڑی کار تک آئے۔ یہ نئے ماڈل کی ہلکے زرد رنگ کی کرولا تھی۔ بیگم زوار کو اس میں بٹھا کر قادر بخش نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ کرولا کے آگے بڑھتے ہی شامی نے اپنی کار اس کے پیچھے لگا دی اور چند منٹ بعد اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ بنگلے کی طرف ہی جا رہا تھا۔ شامی کو کسی قدر مایوسی ہوئی۔ اس نے خود کو تسلی دی کہ ممکن ہے قادر بخش کو کوئی جگہ نہ ملی ہو اور وہ مجبوراً بیگم زوار کو واپس لے جا رہا تھا۔ جب وہ اپنی گلی میں داخل ہوئے تو شامی وہیں سے واپس ہو گیا۔ اس کا دفتر جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ اس کے بجائے اس نے شاہنواز کے دفتر کا رخ کیا۔ اگر شاہنواز نے ابھی تک قادر بخش کے بارے میں انکوائری نہیں کرائی تھی تو وہ اس کی موجودگی میں کرا سکتا تھا۔ اردلی شامی کو پہچانتا تھا اس لیے روکا نہیں۔ شاہنواز اسے دیکھ کر چونکا۔

"ایمرجنسی ہے؟"

"نہیں یار دفتر جانے کا موڈ نہیں تھا۔ تیمور نے جو کام دیا تھا اس کا بھی پتا کرنا تھا۔ اس لیے تمہارے پاس چلا آیا۔"

"کیا پیو گے؟" شاہنواز نے پوچھا اور پھر چائے کے ساتھ فنگر چپس لانے کو کہا۔ شامی چونکا۔

"فنگر چپس؟"

"میرا پیون بناتا ہے اور کیا لاجواب بناتا ہے۔ جو ایک بار کھا لیتا ہے اگلی بار لازمی فرمائش کرتا ہے۔" شاہنواز نے کہا۔ "تصویر اور آئی ڈی کارڈ نمبر میں نے کرمنلز کے ریکارڈ روم میں بھیج دیا ہے۔ سارا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہو گیا ہے مگر ابھی تک وہاں سے جواب نہیں آیا ہے۔"

"یار جیک لگاؤ۔ ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہوا ہے پر بندے تو وہی پرانے ہیں۔"

شاہنواز نے کال کر کے اپنی انکوائری کا پوچھا۔ اس کا لہجہ ماتحتوں سے بات کرتے ہوئے خالص افسرانہ تھا۔ وہ سول سروس سے آیا تھا اس لیے نیچے والوں کے لیے زیادہ ہی سرد بنتا تھا۔ فون رکھ کر اس نے گالی دی۔ "سب حرام خور ہیں اور بہانے دس ہزار ہیں۔ شاید آدھے گھنٹے میں آجائے۔"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر دیر ہوئی تو لنچ بھی تمہارے ساتھ کروں گا۔"

شاہنواز نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ "اس کے لیے تمہیں گھر چلنا ہوگا۔ آج بیگم نے اسپیشل لنچ تیار کرایا ہے۔"

"اگر بھابی نے خود بنایا ہے تو معذرت، تم کھا لینا میں یہیں کسی ہوٹل میں گزارا کر لوں گا۔"

شاہنواز نے اسے گھورا پھر ہنس کر بولا۔ "نہیں یار صدف کا ایک بھائی کرنل ہے اس کا خانساماں بہت اعلیٰ درجے کا شیف ہے۔ وہی لنچ بنانے آیا ہے۔"

"شکر ہے۔" شامی نے اطمینان کا سانس لیا۔ "تب چلوں گا۔"

"صدف کو پتا چلے گا تو پھر دیکھنا۔"

"سوری کر لوں گا۔" شامی نے ڈھٹائی سے کہا۔ کچھ دیر بعد چائے اور گرما گرم فنگر چپس آ گئے۔ شاہنواز کا کہنا درست ثابت ہوا۔ شامی نے فائیو اسٹار ہوٹلوں میں بھی اس ذائقے کی فنگر چپس نہیں کھائے تھے۔ چائے ختم ہونے تک ریکارڈ روم سے جواب آ گیا۔ شاہنواز کی پھٹکار کا اثر یہ ہوا کہ خود ریکارڈ روم انچارج چلا آیا، اس نے دونوں چیزوں کے پرنٹ سامنے رکھے اور بولا۔

"سر ہمارے ریکارڈ میں دونوں چیزوں کے حوالے سے کوئی میچنگ نہیں ہے۔"

اس کے جانے کے بعد شامی نے پوچھا۔ "یہاں صرف دارالحکومت کا ریکارڈ ہے یا...؟"

"اس پورے ڈویژن کا۔" شاہنواز نے کہا۔ "بندہ کلیئر ہے اب اصل بات بتاؤ۔"

شاید شاہنواز بھی فارغ تھا اور شامی نے اسے اصل کہانی سنانے میں حرج نہیں سمجھا۔ شاہنواز ہنستا رہا۔ "میرے خدا تم لوگ کیسی کیسی حماقتوں میں ٹانگ اڑاتے ہو۔ میں نے فولاد خان کو دیکھا ہے۔ اچھا آدمی ہے اُسے سمجھاؤ۔"

شامی نے اسے گھورا۔ "تم بھول رہے ہو کتنے مجرم ہماری وجہ سے پکڑے گئے اور کتنے کیس ہم نے حل کیے جو تمہاری پولیس حل نہیں کر سکی تھی۔ بہت سے معاملات تو سرے سے منظرِ عام پر آئے ہی نہیں۔ اور فولاد خان کو سمجھانا مشکل ہے ویسے بھی اس نے مدد مانگی ہے، سمجھ نہیں۔"

"ہاں یہ بھی ہے۔" شاہنواز نے گھڑی دیکھی۔ "چل یار وقت ہو گیا ہے۔ میں تو کہہ رہا ہوں کہ تیمور کو بھی بلا لو بہت دن سے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی۔"

http://primenovels.blogspot.com/

"اسے یہ لوگ اپنے رواج کا نام دیتے ہیں۔" شامی نے تلخی سے کہا۔ "ان کے نزدیک ملک، مذہب، کسی اور قانون کی حیثیت رواج سے بڑھ کر نہیں ہے اور دیکھا جائے تو ہر علاقہ ایسی ہی جہالتوں میں گھرا ہوا ہے۔ پورے ملک کا یہی حال ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" شاہنواز نے سر ہلایا۔ "یہ عورت گل نار درست کہہ رہی ہے اپنے شوہر کے بارے میں؟"

"ابھی تک تو ہمیں بھی نہیں معلوم کہ قادر بخش سچ مچ کوئی جرائم پیشہ ہے یا عام آدمی ہے۔ بہت سے لوگ شکل سے ڈاکو قاتل نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ شریف انسان ہوتے ہیں۔" تیمور نے کہا۔

لنچ سچ مچ لاجواب تھا اور انہوں نے زیادہ ہی کھا لیا تھا اس لیے کھانے کے بعد وہ قیلولہ کے لیے وہیں ڈرائنگ روم میں لیٹ گئے تھے۔ پردے کھینچ دیے گئے تھے اور شاہنواز نے ہیٹر آن کر دیا تھا۔ شامی صوفے پر سو گیا اور تیمور شاہنواز سے گپ شپ کرتا رہا پھر اس نے پانچ بجے شامی کو جھنجوڑ کر اٹھایا۔ "گھر نہیں چلنا ہے کیا ڈنر بھی نہیں کرنا ہے؟"

"میں تو کہہ رہا ہوں رک جاؤ۔ صدف کو افسوس ہو رہا ہے کہ تمہیں کمپنی نہیں دے سکی۔"

"پھر سہی یار۔" شامی نے کوٹ پہنتے ہوئے کہا۔ "چائے تو پلواؤ سردی لگ رہی ہے۔"

"گھر چل کر۔" تیمور نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا۔ وہ کچھ عجلت میں لگ رہا تھا۔ شامی بادلِ ناخواستہ اس کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ دونوں الگ گاڑیوں میں تھے اس لیے کچھ دیر بعد تیمور نے کال کی۔ "یار مجھے فولاد خان کی کال آئی تھی۔ اسے گل نار کا پیغام ملا ہے کہ گھر میں گڑبڑ ہے۔"

اب شامی سمجھا کہ تیمور کیوں عجلت میں روانہ ہوا تھا۔ "تو کیا ہم بیگم زوار کے پاس جا رہے ہیں؟"

"نہیں یار فی الحال تو ولا جا رہے ہیں۔" تیمور نے کہا اور کال کاٹ دی۔ کچھ دیر بعد وہ ولا میں تھے۔ فولاد خان منتظر تھا، اس نے کہا۔

"ام کو اجنبی نمبر سے کال آیا۔ ادر سے گل نار اوتا، وہ بولا ادر کوچ گڑبڑ اے، بس اتنا بولا اور کال کٹ گیا۔ ام کیا تو نمبر بند لگلا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ گل نار ہی تھی۔"

"ام اس کا آواز آنکھ بند کر کے بی پی چان سکتا

http://primenovels.blogspot.com/

اے۔" فولاد خان نے یقین سے کہا۔ شامی نے فولاد خان سے نمبر لے کر چیک کیا۔ وہ بند تھا۔ اس دوران میں تیمور، نازیہ کو کال کر رہا تھا۔ وہ کچھ دیر اس سے بات کرتا رہا اور پھر اس نے شامی سے کہا۔

"نازیہ کا کہنا ہے کہ وہاں نہ کوئی اسپرے ہوا ہے اور نہ ہی کوئی گڑبڑ نظر آ رہی ہے۔ بیگم زوار صبح ایمبولینس میں گئی تھیں اور کچھ دیر بعد واپس آ گئی تھیں، اس کے بعد سے گھر سے کوئی نہیں نکلا ہے۔ جب سے مجھ سے بات ہوئی اس نے اپنے گیٹ کیپر کی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ برابر والے بنگلے پر بھی نظر رکھے۔ اس کا کہنا ہے کہ نہ تو اندر سے کوئی نکلا ہے اور نہ ہی کسی گڑبڑ کے آثار نظر آئے ہیں۔"

شامی نے سوچتے ہوئے کہا۔ "جس کے ساتھ گڑبڑ ہو سکتی ہے وہ ایک بوڑھی کمزور عورت ہے۔ دوسری بھی عورت ہے وہ کمزور ہی نہیں قادر بخش کی بیوی بھی ہے گویا زیادہ کمزور ہے۔ اس صورت میں باہر والوں کو کیا پتا چلے گا کہ اندر کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"گل نار کی کال آنے کے بعد تم نے کیا کیا؟" تیمور نے فولاد خان سے پوچھا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ہمارا دل تو کرتا کہ بدر منیر کی طرح نعرہ مارے اور قادر بخش کے پاس پہنچ جائے مگر آپ کی اجازت کے بنا کیسے جا سکتا ہے۔"

تیمور نے اس کا شانہ تھپکا۔ "تم نے اچھا کیا، اب اس معاملے کو ہم خود دیکھ لیں گے۔"

"آپ کیا کرو گے؟" فولاد خان نے پوچھا۔

شامی اور تیمور نے آپس میں مشورہ کیا۔ شامی کا خیال تھا کہ انہیں جا کر بیگم زوار کی خیریت دریافت کرنی چاہیے۔ مگر تیمور متردد تھا۔ اس نے کہا۔ "اگر کچھ نہ نکلا تو ہم مشکل میں پڑ جائیں گے۔"

"یار جب گل نار نے کہا ہے تو کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہو گی اور ہم کسی گڑبڑ کے لیے تھوڑی جائیں گے ہم بیگم زوار سے ملنے جائیں گے۔"

"وہ منع کر دے گا۔"

"تب ہم اصرار کریں گے۔" شامی نے کہا۔ "امید ہے بات زیادہ خراب نہیں ہو گی۔ اگر قادر بخش نے اپنے طور پر منع کیا تو ہم اسے دیکھ لیں گے۔"

تیمور نے سوچا اور سر ہلایا۔ "چل یار۔"

وہ دونوں بیگم زوار کے بنگلے تک پہنچے تو گیٹ پر ہی قادر بخش موجود تھا۔ شامی نے اپنا تعارف نوابزادہ شامیر کے طور پر کرایا اور بیگم زوار سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ حسب توقع قادر بخش نے اکھڑ لہجے میں کہا۔ "ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ کسی سے نہیں مل سکتیں۔"

تیمور نے اسے گھورا۔ "تم شاید نئے آئے ہو اور تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس خاندان سے ہمارے خاندان کے کتنے گہرے تعلقات ہیں۔ تم جا کر بیگم زوار کو مطلع کرو۔"

"مجھے آئے ہوئے دو سال ہو چکے ہیں۔" اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "اتنے گہرے تعلقات ہیں کہ میں نے آپ کو پہلی بار دیکھا ہے۔"

"میل ملاقات میں وقفہ آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمارا تعلق ختم ہو گیا ہے۔" شامی نے بگڑ کر کہا۔ "تم کس قسم کے ملازم ہو جو تمہیں آنے والے مہمانوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ میں بیگم زوار سے تمہاری شکایت کروں گا۔"

قادر بخش سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "میں معافی چاہتا ہوں اگر میری بات بری لگی ہو لیکن باقی میں نے ٹھیک کہا ہے۔ بیگم صاحبہ اس وقت کسی سے نہیں مل سکتیں۔ انہیں سانس کی تکلیف ہے۔ بات کرنا بھی مشکل ہے۔"

قادر بخش جھوٹ بول رہا تھا کیونکہ صبح شامی نے بیگم زوار سے اسپتال میں ملاقات کی تو وہ ٹھیک سے بات کر رہی تھیں۔ "اگر وہ زیادہ بیمار ہیں اور مل نہیں سکتی ہیں تو ہم ان کو ایک نظر دیکھنا چاہیں گے تاکہ ہمیں اطمینان ہو جائے کہ وہ ٹھیک ہیں۔"

اچانک تیمور نے کہا۔ "تم کیا سمجھ رہے ہو ہم خود چلے آئے ہیں۔ ہمیں افسر نے بھیجا ہے۔"

افسر، زوار صاحب کے بیرونِ ملک جا کر بس جانے والے بیٹے کا نام تھا۔ قادر بخش چونکا۔ "صاحب نے مگر کیوں؟"

"اسے اپنی ماں کی فکر ہے۔"

"تو وہ کال کر کے پوچھ سکتے ہیں، آپ سے کہنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"کال پر بیگم زوار کی آواز آتی ہے وہ ان کی حالت نہیں دیکھ سکتا اس لیے ہمیں کہا ہے۔" تیمور نے زور دے کر کہا۔ "تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ اپنی ماں کی طبیعت کے لیے کتنا فکرمند ہے۔"

قادر بخش کچھ دیر انہیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں بیگم صاحب کو بتاتا ہوں اگرچہ ان کو یہ بات پسند نہیں آئے گی۔"

قادر بخش جانے لگا تو شامی نے اسے روکا۔ "کیا ہم یہیں کھڑے رہیں گے؟"

"میں آپ کو نہیں جانتا ہوں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میری ذمے داری ہے میں کسی اجنبی کو اندر نہ آنے دوں۔"

وہ گیٹ بند کر کے چلا گیا۔ شامی نے آہستہ سے کہا۔ "میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ گڑبڑ زیادہ ہے۔ ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔"

"ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

تیمور نے پوچھا تو شامی نے گیٹ چیک کیا، وہ کھلا ہوا تھا۔ شامی نے تیمور کی طرف دیکھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "دن دہاڑے ٹریس پاس مروا دے گا۔"

"یار ڈرتا کیوں ہے۔" شامی نے کہا اور اندر داخل ہو گیا۔ تیمور اس کے پیچھے تھا۔ اس نے پوچھا۔

"اندر آنے کا کیا جواز پیش کریں گے؟"

"کہہ دیں گے کہ اندر سے چیخ سنائی دی تھی۔" شامی نے اطمینان سے کہا۔ طویل روش کے بعد کار پورچ تھا۔ وہ پورچ کے پاس پہنچے تھے کہ اندر سے قادر بخش نکل آیا۔ انہیں اندر دیکھ کر اس کا منہ کھلا رہ گیا پھر اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہ کیا حرکت ہے، آپ اندر کیوں آئے؟"

"ہمیں اندر سے چیخ سنائی دی اس لیے اندر آئے۔" شامی نے بدستور آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "ایسا لگا جیسے کوئی عورت چیخی ہو۔ اب ہمیں بیگم زوار کی خیریت کی زیادہ فکر ہے۔ تم ہمیں ان تک لے چلو۔"

قادر بخش نے بپھر کر کہا۔ "آپ باہر جائیں ورنہ میں پولیس کو کال کرتا ہوں۔"

"تم کیا میں خود پولیس کو کال کرتا ہوں۔" تیمور نے موبائل نکالتے ہوئے کہا۔ "ہمیں شبہ ہے کہ بیگم زوار خیریت سے نہیں ہیں۔"

"تم لوگ زبردستی اندر آئے ہو۔" قادر بخش کے لہجے میں تبدیلی نہیں آئی تھی۔ "جب پولیس آئے گی تو خود دیکھ لے گی کہ بیگم صاحبہ کیسی ہیں۔"

"پولیس ہمیں کچھ نہیں کہے گی کیونکہ ہم افسر کے کہنے پر آئے اور وہ اس گھر کا مالک ہے۔"

"اس گھر کی مالک بیگم صاحبہ ہیں۔" قادر بخش کی اکڑ میں ذرا بھی کمی نہیں آئی۔ تیمور نے بلف کیا تھا مگر جب بات عزت پر آنے لگی تو اس نے مجبوراً موبائل پر شاہنواز کا نمبر ملانا چاہا تھا کہ دروازے کی طرف سے بیگم زوار کی آواز آئی۔

"قادر بخش یہ کیا ہو رہا ہے، کون شور کر رہا ہے۔" وہ دروازے سے نکل کر آئیں تو ان دونوں کو دیکھ کر چونکیں۔

"آپ؟"

شامی آگے بڑھا۔ "آپ کی فکر تھی اور دیکھنے آئے تھے مگر یہ آنے نہیں دے رہا تھا۔" اس نے قادر بخش کی طرف اشارہ کیا۔

"بیگم صاحبہ یہ میرے منع کرنے کے باوجود زبردستی گیٹ سے اندر چلے آئے اور اب اندر جانے پر اصرار کر رہے تھے۔"

"آپ دونوں نے ٹھیک نہیں کیا۔" بیگم زوار نے ان کی طرف دیکھا تو وہ شرمندہ ہو گئے۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ بیگم زوار ایک ملازم کے مقابلے میں انہیں قصوروار قرار دیں گی۔ شامی نے آہستہ سے کہا۔

"آنٹی میں نے کہا نا ہم آپ کی طرف سے فکرمند تھے۔"

"میرا خیال ہے آپ کی تسلی ہو گئی ہے۔" بیگم زوار کا لہجہ کسی قدر روکھا ہو گیا۔ قادر بخش نے موقع سے فائدہ اٹھا کر کہا۔

"بیگم صاحبہ یہ افسر صاحب کا نام بھی لے رہے تھے کہ انہوں نے انہیں آپ کی خیریت پوچھنے بھیجا ہے۔"

"افسر۔" بیگم زوار نے حیرت سے کہا۔ "اسے برسوں سے خود ماں کی خیریت دریافت کرنے کی توفیق نہیں ہوئی ہے اور وہ تم سے کہہ رہا ہے کہ میری خیریت معلوم کرو۔"

شامی مزید شرمندہ ہو گیا۔ "اس غلط بیانی کے لیے معذرت خواہ ہیں آنٹی، اصل مقصد آپ کے بارے میں اطمینان کرنا تھا۔ وہ ہو گیا ہے اب اجازت دیں۔"

تیمور کا خیال تھا کہ انہیں مزید بے عزتی کا سامنا کرنا پڑے گا مگر خلافِ توقع بیگم زوار نے سر ہلایا۔ "تم دونوں اچھے بچے ہو۔ ہمارے خاندانی تعلقات ہیں لیکن دوسروں کے معاملات میں ایک حد سے زیادہ دخل نہیں دینا چاہیے۔"

"ایک بار پھر معذرت چاہوں گا۔" شامی بولا۔ "یہ میری غلطی تھی۔"

اب بیگم زوار کو خیال آیا۔ "میری طرف سے بھی

http://primenovels.blogspot.com/
http://primenovels.blogspot.com/

کا جملہ مکمل کیا۔ ''مگر کیوں؟''

اس سوال کا جواب شامی کے ذہن میں الہام کی طرح آیا تھا۔ ''اگر تو فولاد خان ہو اور تجھے گل نار کی ایمرجنسی کال موصول ہو تو کیا تو دوڑا نہیں جائے گا؟''

''بالکل دوڑا جاؤں گا۔'' تیمور نے تسلیم کیا۔

''تب یقین کرا اسے گل نار کی کال ملی ہوگی اور وہ عقل اور موسم کو بالائے طاق رکھ کر دوڑا گیا ہوگا۔''

''یہ تو مسئلہ بن جائے گا۔'' تیمور نے کہا۔ ''اب کیا کریں؟''

''تیار ہو جا ہم اس کے پیچھے جاتے ہیں اور اس سے پہلے وہ کوئی حماقت کرے، اسے واپس لانا ہے۔''

تیمور موسم کے خراب تیور کی وجہ سے تامل کر رہا تھا مگر جب شامی نے نواب صاحب کے خراب ترین تیوروں کا کہا تو وہ تیار ہو گیا۔ شامی نے جوتے پہنے اور برساتی اٹھالی۔ تیمور بھی پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے فولاد خان کو کال کی تھی۔ اس کے موبائل پر بیل جا رہی تھی مگر وہ ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ جب وہ گاڑی لے کر گیٹ کے پاس پہنچے اور شامی اتر کر گیٹ کھول رہا تھا تو تیمور نے فولاد خان کے موبائل کی بیل چوکی سے سنی۔ اس نے شامی کو بتایا اور وہ اندر گیا تو اسے موبائل بستر کے کونے میں دیوار سے اٹکا ہوا ملا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ فولاد خان نے اسے عجلت میں پھینکا تھا۔ شامی نے چیک کیا تو اسی نمبر سے کال آئی ہوئی تھی اور اسے پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں گزرے تھے۔ شامی نے تیمور کو موبائل دکھایا۔ ''وہ اسے بیل چھوڑ گیا ہے، اپنی عقل کے ساتھ۔ پندرہ منٹ پہلے اسی نمبر سے کال آئی تھی جسے گل نار نے پہلے بھی کال کے لیے استعمال کیا تھا۔''

''چل دیر نہ کر۔'' تیمور نے کہا۔ ''پندرہ منٹ بہت ہوتے ہیں۔''

گاڑی باہر نکلنے پر شامی نے گیٹ بند کیا۔ اسے نظام دین کی فکر بھی تھی کہ کہیں یہ کارروائی اس کے علم میں نہ آجائے اور صبح سویرے ان کی کلاس ہو مگر بارش اور سردی کی وجہ سے امید تھی کہ نظام دین سمیت سب اپنے اپنے کمروں میں دبکے ہوں گے اور اس کا امکان کم ہی تھا کہ کوئی باہر نکلے۔ تیمور جھنجلا رہا تھا۔ ''اسے ہم سے بات کرنی چاہیے تھی اس طرح جذباتی ہو کر دوڑا کیوں گیا؟''

''یار جب عورت کا معاملہ ہو تو آدمی کی عقل یونہی گھاس چرنے چلی جاتی ہے۔ گھر کے بالکل سامنے مت روکنا۔''

تیمور نے کار بیگم زوار کے گھر سے کچھ فاصلے پر مخالف سمت والی طرف روکی تھی۔ شامی نے اس سے وہیں رکنے کو کہا اور خود کار سے اتر کر سائڈ سے ہوتے ہوئے گیٹ تک آیا۔ نزدیک جا کر اس نے اندر جھانکا تو اسے اندر کوئی نظر نہیں آیا۔ پورچ اور دوسری لائٹس آن تھیں اور سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا۔ بڑا اور چھوٹا گیٹ دونوں اندر سے بند تھے۔ شامی سوچ رہا تھا کہ اگر فولاد خان یہاں آیا تھا تو اندر کیسے گیا؟ چار دیواری اونچی تھی مگر کوشش کی جاتی تو گیٹ کے اوپر سے اندر جا سکتے تھے۔ وہ واپس آیا اور تیمور سے کہا۔ ''آس پاس اور اندر کوئی نہیں ہے۔ فولاد خان بھی اگر اسی طرف آیا ہے تو وہ اندر ہی ہوگا۔''

''لعنت ہو۔'' تیمور نے کہا۔ ''بیل بجاؤ۔''

''میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہوگا۔'' شامی نے کہا۔ ''اگر فولاد خان اندر ہے اور اتنی خاموشی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ گڑبڑ زیادہ ہے۔''

''پولیس؟''

''نہیں ہمیں خود جانا ہوگا۔'' شامی نے کہا۔ ''اگر فولاد خان کسی چکر میں آ گیا ہے تو پولیس کو بلانا عقل مندی نہیں ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ معاملہ الٹا گلے پڑ جائے۔ پولیس کی خیر ہے مگر دادا جان تک بات نہ جائے اس لیے جو کرنا ہے، ہمیں خود کرنا ہے۔''

تیمور نے سوچا اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''بعض اوقات انسان کو رواداری بھی مروا دیتی ہے۔''

''اسی کا نام زندگی ہے۔'' شامی نے فلسفیانہ انداز میں کہا اور کار کی ڈکی کھولنے کا کہا۔ تیمور نے ڈکی کھولی اور جب تک وہ نیچے اترا وہ ڈکی بند کر چکا تھا۔ تیمور نے پوچھا نہیں کہ اس نے ڈکی کیوں کھلوائی تھی۔ اس کا ذہن فولاد خان کی حرکت اور اب اس کی گم شدگی میں الجھا ہوا تھا۔ بارش اتنی تیز تھی کہ گلی میں آن تیز اسٹریٹ لائٹس بھی روشنی کرنے میں ناکام ہو رہی تھیں۔ وہ بیگم زوار کے بنگلے کے گیٹ تک آئے۔ شامی نے تیمور سے کہا۔ ''اندر جا کر چھوٹے گیٹ کی کنڈی کھول دے۔''

تیمور مجبوراً اندر گیا اور اس نے کنڈی کھولی۔ شامی نے اندر آتے ہی کنڈی پھر بند کر دی اور وہ سائڈ پر لگی باڑھ کی آڑ لیتے ہوئے بنگلے کی طرف بڑھے۔ تیمور نے سرگوشی کی۔ ''یہاں زیادہ ہی خاموشی نہیں ہے؟''

''کہاں بارش کا اتنا شور تو ہے۔'' شامی نے نارمل آواز میں کہا۔

http://primenovels.blogspot.com/

''میرا اشارہ انسانی سرگرمیوں کی طرف ہے۔''

''وہ بھی بنگلے کے اندر ہوگی۔ اس موسم میں سارے دروازے کھڑکیاں بند ہوتے ہیں۔ باہر سے کیا پتا چلے گا۔''

وہ داخلی دروازے تک آئے۔ کسی زمانے میں گول آرچ تلے بنے داخلی دروازے کے سامنے برآمدے کے ستونوں پر بیلیں ہوتی تھیں اور یہاں کی خوب صورتی دیکھنے والی ہوتی تھی مگر اب ایسا لگ رہا تھا کہ بہت عرصے سے یہاں کی ٹھیک سے دیکھ بھال نہیں ہو رہی ہے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ تیمور نے پوچھا۔ ''اب کیا کریں؟''

''تو دائیں طرف سے جا میں بائیں طرف جاتا ہوں۔ دروازے چیک کر شاید کوئی کھلا مل جائے۔''

تیمور سر ہلا کر دائیں طرف بڑھ گیا اور شامی نے بائیں طرف کا رخ کیا تھا۔ بنگلے کی کھڑکیوں پر گرل تھی۔ اگر کوئی کھڑکی کھلی ہوتی تب بھی وہ اندر نہیں جا سکتے تھے۔ شامی چلتا ہوا بائیں طرف آیا جہاں چھوٹا باغ تھا اور اس کے پاس سرونٹ کوارٹرز بنے ہوئے تھے۔ دو کوارٹرز تاریک تھے اور صرف ایک میں روشنی تھی۔ اس طرف ایک دروازہ تھا جو اندر سے بند تھا۔ شامی سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ عمارت دو منزلہ تھی اوپر کئی بالکونیاں اور ایک کھلا ٹیرس تھا مگر اس تک رسائی آسان نہیں تھی۔ روشن کوارٹر یقیناً قادر بخش کا تھا۔ شامی نے سوچا اور اس طرف بڑھ گیا۔ کوارٹر کے آگے چھوٹی سی چار دیواری تھی جس میں سنگل پٹ والا دروازہ تھا اور وہ کھلا ہوا تھا۔ شامی اندر آیا۔ کوارٹر کے اندر روشنی تھی مگر کوئی آواز یا حرکت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ شامی نے دروازے پر زور ڈالا تو وہ آسانی سے کھل گیا۔ کوارٹر آگے پیچھے دو کمروں پر مشتمل تھا۔

سامنے والا کمرا نشست گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ یہاں اعلیٰ درجے کا مگر چھوٹا صوفہ سیٹ اور فرش پر دبیز قالین تھا۔ دوسرا سامان بھی بہت اعلیٰ درجے کا تھا اور کمرا چھوٹا ہونے کے باوجود کسی سرونٹ کوارٹر کا حصہ نہیں لگتا تھا۔ شامی نے چند لمحے سن گن لی اور پھر بیڈ روم کی طرف بڑھا۔ وہ نزدیک آیا تو اسے لگا کہ اندر کوئی بول رہا ہو مگر الفاظ سمجھ سے باہر تھے۔ اس نے بنا آواز کے دروازہ کھولا تو اسے سامنے بیڈ پر گل نار اس حالت میں دکھائی دی کہ اس کے جسم پر بہت کم لباس تھا۔ بیڈ شیٹ پر جا بہ جا خون کے دھبے تھے۔ گل نار کے دونوں ہاتھ پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے اور اسی طرح اس کے پیروں میں رسی بندھی تھی۔ اس کا منہ کپڑا ٹھونس کر بند کیا ہوا تھا اور یہ کپڑا اس کی پھٹی قمیص کا

جوتا

اکثر لوگوں کو جوتا بدل بھائی بننے کا شوق ہوتا ہے۔ وہ مسجد سے واپسی پر ایک پیر میں اپنا جوتا اور دوسرے میں کسی اور کا جوتا پہن لیتے ہیں اور یوں کسی انجانے بھائی کے جوتا بدل بھائی بن جاتے ہیں۔

ہمارے یہاں اکثر نوجوان اپنی ڈگریاں ہاتھ میں لیے نوکری کی تلاش میں جوتے چٹخاتے پھرتے ہیں مگر پھر بھی ان کو بغیر سفارش کے نوکری ملتی نہیں اس لیے کہ وہ اعلیٰ عہدے داروں کے جوتے سیدھے نہیں کرتے۔ جوتوں کی بھی اپنی آوازیں ہوتی ہیں جن کو صرف سن کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً کھٹ کھٹ کھٹ کی آواز بتاتی ہے کہ خاتون سینڈل پہن کر گزری ہے۔ کھسر کھسر کی آواز سے سمجھ جایئے دادی دروازے سے گزری ہیں۔ ان کے پیروں میں جو درد رہتا ہے۔ ارے یہ کیا ٹک کی آواز آئی ہے۔ اگلا قدم غائب پھر ٹک کی آواز آئی۔ بھلا یہ کون ہے دیکھا تو منا بھائی ایک جوتا پہنے چلا آ رہا ہے۔

گو کے جوتوں کے دانت نہیں ہوتے مگر یہ آپ کو کاٹ بھی سکتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ اس وقت کاٹتے ہیں جب آپ اپنی پسند کا جوتا پہن کر دکان دار سے اس کی قیمت پوچھتے ہیں۔ قیمت سنتے ہی آپ کا من پسند جوتا آپ کو کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ حکمران طبقہ غریب عوام کو حقیر سمجھتا ہے اور اسے پاؤں کی جوتی سمجھ کر بہت برا سلوک کرتا ہے مگر حکمران نمرود کے انجام کو یاد رکھیں۔

لودھراں سے محمد انعام کی تحقیق

شاگرد (انگریزی کے استاد سے): ''سر چندر کی انگریزی بتا دیں۔''

استاد: ''چندر کو تو چھوڑو۔''

شاگرد: ''گاجر کی بتا دیں۔''

استاد: ''کل بتا دوں گا۔''

شاگرد: ''سرمٹر کی بتا دیں۔''

استاد: میں نے انگلش میں ایم اے کیا ہے... سبزیوں میں نہیں۔''

محمد انعام لودھراں سے

http://primenovels.blogspot.com/

ایک ٹکڑا تھا۔ وہ ناک سے آوازیں نکال رہی تھی۔ شامی تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ اس نے گل نار کا ہاتھ کھولتے ہوئے پوچھا۔

''یہ کس نے کیا ہے؟''

گل نار کا جسم زخم زخم تھا۔ یہ اسی کا خون تھا جو بیڈ شیٹ پر لگا ہوا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ کسی نے اس کے ساتھ بہت درندگی کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ اس کا غائب لباس اور زخمی جسم گواہی دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کھول کر شامی اس کے پاؤں کھول رہا تھا اور اسے خیال نہیں آیا تھا کہ وہ اس کا منہ بھی کھول دے۔ اس نے پھر پوچھا۔ ''یہ کس نے کیا ہے؟''

ہاتھ کھلتے ہی گل نار اٹھ بیٹھی۔۔۔ اس نے ایک ہاتھ پیچھے کیا اور دوسرے سے اپنے منہ میں ٹھنسا کپڑا نکالتے ہوئے تیز لہجے میں بولی۔ ''فولاد خان نے۔''

شامی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا کہ اس کا پیچھے والا ہاتھ حرکت میں آیا۔ شامی نے آخری لمحے میں پستول کے اس برہنہ نسوانی جسم کو دیکھا جو گل نار کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ یہ صرف سات آٹھ انچ لمبا تھا مگر بہت وزنی تھا۔ شامی نے بچنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا اور مجسمہ بہت قوت سے اس کی کن پٹی پر آ کر لگا۔ شامی کو لگا کہ اس کی آنکھوں کے آگے آتش بازی ہوئی ہو اور۔۔۔ جیسے جیسے آتش بازی مدھم ہوتی گئی اس کا ذہن بھی تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

تیمور دبے قدموں بنگلے کی دیوار کے ساتھ چل رہا تھا۔ زمین پر جمع ہونے والا پانی اس کے جوتوں تلے آ رہا تھا۔ اگر وہ زور سے قدم رکھتا تو چپ کی آواز آتی مگر وہ قدم دبا کر چل رہا تھا۔ بنگلے کے دائیں طرف گلی تھی۔ اس کا وسطی حصہ پختہ تھا جبکہ دیوار کے ساتھ کسی زمانے میں کیاری ہوتی تھی مگر اب اس میں پودوں کے بجائے گھاس پھونس اور خود رو پودے اگ آئے تھے۔ بنگلے میں کھڑکیاں ہی کھڑکیاں تھیں۔ ایک کھڑکی کے پاس سے گزرتے ہوئے اچانک اندر کوئی سایہ سا کھڑکی کے سامنے سے گزرا۔ تیمور نے چونک کر دیکھا۔ کھڑکی بند تھی مگر اس کے پردوں کے وسط میں کسی قدر خلا تھا۔ تیمور نے فٹ بھر کے بعد دیوار کے نکلے کنارے پر پاؤں جمائے اور اچک کر کھڑکی کی گرل تھام لی۔ اس نے زور دے کر خود کو اوپر اٹھایا۔ یہ بیڈ روم تھا اور پردوں کے خلا سے ایک بیڈ اور اس کے بعد قالین کا کچھ حصہ نظر آ رہا تھا۔ سامنے ڈریسنگ ٹیبل کا آئینہ تھا مگر انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔

تیمور نے آئینے کو غور سے دیکھا تو اسے بیڈ کے سامنے قالین پر کوئی پڑا نظر آیا۔ یہ حصہ اس کی نظروں کی براہِ راست زد میں نہیں تھا۔ آئینے میں واضح نظر نہیں آ رہا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل پر سجے لوازمات سے لگ رہا تھا کہ یہ کسی خاتون کی تھی۔ ان ہی لوازمات کی وجہ سے اسے دیکھنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اچانک قالین پر پڑا ہوا شخص آگے کی طرف سرکا جیسے کسی نے اسے پیروں سے پکڑ کر کھینچا ہو۔ تیمور اچھل پڑا۔ یہ فولاد خان تھا۔ اس کا چہرہ ایک لمحے کے لیے آئینے کے واضح والے حصے میں آیا اور دوسرے ہی لمحے غائب ہو گیا۔ کوئی اسے کھینچ کر وہاں سے لے گیا تھا۔ فولاد خان اپنے ہوش میں نہیں تھا اور ایک خدشہ یہ تھا کہ وہ اس دنیا میں ہی نہیں تھا۔ وہ نہ جانے اندر کیسے پہنچا تھا؟ مگر یہ سوال بعد کا تھا ابھی تو اسے فولاد خان کو بچانا تھا اگرچہ کہ وہ زندہ تھا۔

تیمور نیچے اترا اور تیزی سے واپس آیا مگر شامی سامنے والے حصے میں نہیں تھا۔ تیمور بائیں طرف آیا۔ شامی یہاں بھی نظر نہیں آیا اور اب صرف ایک جگہ رہ گئی۔ تیمور نے کوٹھی کے عقبی حصے میں بھی دیکھ لیا۔ اسے وہاں شامی نظر نہیں آیا۔ مگر کوٹھی کے اندر جانے کا راستہ نظر آ گیا تھا۔ یہ کچن کا دروازہ تھا جو ذرا سا کھلا ہوا تھا اور بارش کے ہوا کے زور سے کھل گیا تھا۔ تیمور نے اندر جھانکا تو اسے کچن اور اس سے متصل ڈائننگ روم میں تاریکی نظر آئی تھی۔ صرف کھڑکیوں سے آتی بیرونی روشنی ماحول کو کسی قدر روشن کر رہی تھی۔ اس نے اندر جانے سے پہلے اپنے جوتے اسٹیپ پر رگڑ کر صاف کیے اور پانی جھٹکا۔ وہ اندر کوئی نشان نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اندر آتے ہی اس نے دروازہ آہستہ سے بند کر دیا۔ اسے خیال آیا کہ شاید شامی نے دروازہ کھلا دیکھ لیا تھا اور وہ اندر گیا ہو مگر اس نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ اگر شامی راستہ دیکھ لیتا تب بھی پہلے اسے بتاتا۔

اگر تیمور نے فولاد خان کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو وہ بھی شامی کے بغیر اندر قدم نہیں رکھتا۔ فولاد خان صرف ہتھیاروں کا ہی نہیں لڑائی کا بھی ماہر تھا اور کوئی اسے آسانی سے قابو نہیں کر سکتا تھا۔ تیمور نے خطرہ محسوس کیا مگر اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اس نے کچن میں دیکھا تو کھڑکی سے آتی روشنی میں کاؤنٹر پر رکھی ایک بڑے سائز کی چھری چمک رہی تھی، اس نے وہی اٹھالی۔ دبے قدموں آگے بڑھتے ہوئے وہ لاؤنج میں آیا۔ تیمور کو دائیں طرف جانا تھا جہاں بیڈ روم تھے۔ لاؤنج کے آگے ایک راہداری تھی جو اسی سمت جا رہی

http://primenovels.blogspot.com/

تھی۔ تیمور اس جانب مڑا تو اسے لگا کہ دائیں طرف کوئی سایہ سا گیا تھا۔ تیمور کو خیال آیا کہ اسی طرف وہ بیڈ روم بھی تھا جس میں فولاد خان پڑا ہوا تھا۔

وہ دبے قدموں بائیں طرف دیوار سے لگتا ہوا آیا اور اس نے راہداری میں دائیں طرف جھانکا مگر اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ اس طرف صرف ایک ہی کمرا تھا۔ وہ راہداری میں آگے بڑھا تھا کہ اسے بائیں طرف والے حصے سے کسی کا سایہ سا جھپٹتا محسوس ہوا اور اس سے پہلے کہ تیمور مڑتا کوئی چیز اس کے سر سے ٹکرائی۔ اسے لگا کہ اس کے پیروں سے جان نکل گئی ہے۔ اسے لگا کہ پوری راہداری گھوم گئی ہو۔ وہ نیچے گرا تو اس کی نظروں کے سامنے موجود روشنی جھلملانے لگی۔ اصل میں روشنی بائیں طرف تھی اور اگر کوئی اس طرف حرکت کرتا تو اس کا سایہ دائیں طرف بنتا۔ تیمور نے آنکھیں بند کر لیں اور گہرے سانس لینے لگا۔ وہ بے ہوش نہیں ہوا تھا مگر اس میں ہلنے جلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اسے کسی کے گہرے سانسوں کی آواز نزدیک سے آئی۔ کوئی اسے ٹٹول رہا تھا پھر ایک لہراتی ہوئی نسوانی آواز آئی۔

''کیا ہوا؟''

''بے ہوش ہو گیا۔'' مرد نے کہا۔ اس کی آواز بھی لہرا رہی تھی۔ چوٹ نے تیمور کے حواس کو متاثر کیا تھا۔ عورت نے کہا۔

''جو کرنا ہے اب جلدی کرو، تم نے مجھے پہلے ہی بہت پریشان کر دیا ہے۔''

''بس کچھ دیر کی بات ہے۔''

عورت کی آواز دور جانے لگی۔ ''میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اتنا لمبا چکر چلانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم انہیں جانتے نہیں ہو؟''

''جانتا ہوں تب ہی تو اتنا لمبا چکر چلایا ہے۔'' مرد بھی دور چلا گیا تھا۔ ان کی آوازیں لہرا رہی تھیں۔ ساتھ ہی تیمور کی سوچنے کی صلاحیت بھی پوری طرح کام نہیں کر رہی تھی اس لیے وہ جان نہیں پا سکا کہ آوازیں کس کی ہیں؟ چوٹ سر کے پچھلے حصے میں لگی تھی۔ تیمور بے ہوش نہیں ہوا تھا مگر اسے لگ رہا تھا جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو۔ یقیناً فولاد خان کو بے ہوش کرنے والا اس کی آمد سے باخبر ہو گیا تھا اور اس نے گھات لگا کر حملہ کر کے اسے بھی قابو کر لیا تھا۔ مرد اور عورت وہاں سے چلے گئے تھے۔ کچھ دیر بعد تیمور نے کوشش کر کے آنکھیں کھولیں اور اس کام میں بھی اسے بہت محنت کرنا پڑی۔ روشنی اب جھلملا نہیں رہی تھی۔ اس کی حالت یقیناً بہتر ہو رہی تھی۔ اب اس نے ہاتھ پاؤں ہلانے چاہے تو اس میں بھی کامیابی ہوئی۔ ذرا سی کوشش سے وہ اٹھ بیٹھا تھا۔ اس نے سر کو ہاتھ لگایا تو اس کی انگلیوں پر خون آ گیا۔ ضرب نے سر پھاڑ دیا تھا۔ ایک طرح سے یہ اچھا ہوا تھا۔ ضرب کے نتیجے میں اندرونی جریانِ خون زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ فوری یہاں سے نکل جاتا اور مدد حاصل کرتا مگر چکراتے ذہن کے ساتھ اس نے بیڈ روم کی طرف جانے کا فیصلہ کیا جہاں فولاد خان دکھائی دیا تھا۔ وہ دیوار کا سہارا لیتا ہوا بیڈ روم کے دروازے تک پہنچا اور ہینڈل گھما کر اسے کھولا۔ وہ اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر لیا۔ لیکن کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ ایک دروازہ کمرے میں اور تھا اس نے کھولا تو وہ واش روم ثابت ہوا اور یہ خاصا پُرتعیش واش روم تھا۔ پہلے اس نے پانی سے سر دھونے کا سوچا مگر اسے یاد آیا کہ سردی کیسی ہے اور پانی کس قدر یخ ہوگا۔ وہاں دواؤں کی کیبنٹ تھی۔ اس نے کیبنٹ کھولی۔ اندر دواؤں کے ساتھ اسے ایمونیا کی شیشی نظر آئی اس نے اس کا ڈھکن کھول کو نوزل ناک سے لگائی اور چند گہرے سانس لیے تو چکر ختم ہو گئے اور وہ خود کو بہتر محسوس کرنے لگا۔ س کے سوچنے کی صلاحیت بحال ہو گئی تھی۔ اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ وہ کتنی سنگین صورتِ حال سے دوچار ہے۔ اسے فوری پولیس سے رابطہ کرنا تھا۔ مگر کیسے کرتا موبائل کار میں رہ گیا تھا۔ اچانک باہر سے کسی کے زور سے بولنے کی آواز آئی تو اس نے پھرتی سے واش روم کی لائٹ اور دروازہ بند کر دیا۔ اسی لمحے بیڈ روم کا دروازہ کھلا اور اسے قادر بخش کی آواز آئی۔

''یہاں بھی نہیں ہے۔''

''تلاش کرو۔'' ایک ہلکی نسوانی آواز نے کہا۔ ''وہ نکل گیا تو ہم بہت بڑی مشکل میں پڑ جائیں گے۔''

''میں دیکھتا ہوں۔'' قادر بخش نے کہا اور دروازہ بند کر دیا۔ تیمور نے اس بار بھی عورت کی آواز شناخت نہیں کی تھی کیونکہ وہ آہستہ بول رہی تھی۔ تیمور دروازے کے ساتھ دم سادھے کھڑا تھا۔ چند لمحے بعد باہر آہٹ سنائی دی۔ کوئی واش روم کی طرف آ رہا تھا۔ تیمور نے آس پاس دیکھا اور اسے شاور کے ساتھ لگا ہوا پردہ دکھائی دیا، وہ اس کے عقب میں چلا گیا۔ واش روم کا دروازہ کھلا اور کوئی اندر آیا۔ پردے کے پیچھے وہ واضح۔۔۔ نہیں تھا مگر تیمور کا اندازہ تھا کہ وہ کوئی عورت ہے۔ ایک لمحے کو اس کا دل چاہا کہ باہر نکل کر

http://primenovels.blogspot.com/

عورت کو قابو کرلے۔ وہ عورت کو قابو کرسکتا تھا مگر سر کی چوٹ کے ساتھ قادر بخش جیسے تنومند آدمی سے نہیں نمٹ سکتا تھا اس لیے اس نے خود کو صبر کی تلقین کی۔

☆☆☆

شامی کو لگ رہا تھا جیسے اسے کوئی آوازیں دے رہا تھا۔ پہلے وہ اسے خواب سمجھا تھا پھر اچانک ہی اس کے حواس بحال ہوگئے۔ وہ سرد ترین فرش پر پڑا ہوا تھا اور اس کے برابر میں فولاد خان تھا۔ وہی اسے آوازیں دے رہا تھا۔ مگر نہیں فولاد خان تو بے ہوش پڑا تھا۔ اس کا منہ مضحکہ خیز انداز میں کھلا ہوا اور صرف خراٹوں کی کمی تھی ورنہ ایسا لگتا کہ فولاد خان سو رہا ہے۔ وہ ایک خالی کمرے میں پڑے تھے۔ شاید شامی کی چھٹی حس نے اسے چونکایا تھا کہ اب اٹھ جائے اس سے پہلے کہ دشمن ہمیشہ کی نیند سلا دے۔ یہاں نیم تاریکی اور بے پناہ سردی تھی۔ فولاد خان کا لباس بھیگا ہوا تھا۔ ظاہر ہے وہ بارش میں یہاں دوڑا آیا تھا۔ شامی اپنی برساتی کی وجہ سے بھیگنے سے محفوظ رہا تھا۔ شامی نے کمرے کے سائز سے اندازہ لگایا کہ وہ برابر والے کوارٹر میں ہے۔

شامی کی کنپٹی دکھ رہی تھی اور جب اس نے اسے چھونے کی کوشش کی تو انکشاف ہوا کہ وہ اس کے ہاتھ اور پاؤں دونوں بندھے ہوئے تھے۔ صرف اسی کے نہیں بلکہ فولاد خان کے ہاتھ پاؤں بھی بندھے ہوئے تھے۔ چوٹ کم نہیں تھی اوپر سے واقعات اور حالات نے شامی کو مزید چکرا دیا تھا، وہ سمجھنے سے قطعی قاصر تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ جس وقت گل نار نے اس کے سر پر وار کیا تھا اور فولاد خان کا نام لیا تھا تو اس کا لہجہ بالکل ٹھیک تھا۔ وہ لہجے سے فولاد خان کی ہم قوم وزبان نہیں لگ رہی تھی۔ پھر اس کا حلیہ اور نا کافی لباس، خون خون جسم بتا رہا تھا کہ اس کے ساتھ برا ہوا ہے۔ شامی نے چوٹ والی جگہ سرد فرش سے لگائی تو اسے سکون ملا تھا۔ شاید یہ برف کی ٹھنڈ کا متبادل تھا۔ ایک منٹ میں دکھنے والی جگہ سن ہوگئی تھی اور تکلیف پہلے کے مقابلے میں بہت کم رہ گئی تھی۔ شامی کے ہاتھ سامنے بندھے تھے اس لیے وہ کوشش کر کے اٹھ بیٹھا۔ مگر جب ہاتھ کھولنے کی کوشش کی تو اندازہ ہوا کہ گرہیں بہت مضبوط ہیں۔ اس نے فولاد خان کو ہلایا۔

''فولاد خان... اٹھو... ہم خطرے میں ہیں۔''

مگر فولاد خان پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا۔ اس کی بے ہوشی خاصی گہری لگ رہی تھی اور یہ صرف سر کی چوٹ کا کمال نہیں تھا۔ شامی کے نزدیک ہو کر اس کا منہ سونگھا تو اسے کلوروفارم کی بو آئی تھی گویا اسے کلوروفارم سونگھا کر زیادہ دیر کے لیے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ شامی کی چھٹی حس کہنے لگی کہ جو ہو رہا ہے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا ہے۔

اس سازش میں قادر بخش کے ساتھ گل نار بھی شامل تھی۔ ورنہ شامی کو بے ہوش کرنے کا جواز نہیں تھا۔ فولاد خان کی طرف سے مایوس ہو کر شامی کو تیمور کا خیال آیا۔ اگر وہ آزاد تھا تو ان کے لیے کچھ کر سکتا تھا۔ شامی کے پاس اس کا موبائل تھا۔ اس نے جیکٹ کی جیب ٹٹولی اور گہری سانس لے کر رہ گیا۔ موبائل غائب تھا۔ ہاتھ کھولنا ممکن نہیں تھا لیکن وہ پاؤں کھولنے کی کوشش کر سکتا تھا، اس نے پاؤں سمیٹے اور رسی کی گرہیں ٹٹولنے لگا۔ گرہیں ملیں تو اس نے کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ یہ بھی بہت سخت تھیں۔

سردی سے ہاتھ سن اور بندھے ہونے کی وجہ سے بے جان ہو رہے تھے اور گرفت پوری نہیں آ رہی تھی مگر شامی نے کوشش جاری رکھی۔ انہیں یہاں بے وجہ نہیں ڈالا گیا تھا۔ جلد یا بدیر وہ اس طرف آتے اور ان کی آمد سے پہلے وہ خود کو آزاد نہیں کرا پاتا تو شاید پھر کبھی آزاد نہیں ہو پاتا۔ اچانک دروازے پر آہٹ ہوئی اور شامی پھرتی سے لیٹ کر ساکت ہوگیا۔ آنے والا دروازے پر رکا اور اس نے ایک نظر اندر ڈالی۔ اس کے عقب سے آتی روشنی میں اس کا خاکہ بن رہا تھا۔ شامی نے اسے پہچان لیا، وہ قادر بخش تھا۔ چند لمحے وہ انہیں دیکھتا رہا پھر واپس چلا گیا اس نے دروازہ بند نہیں کیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اسے ان کے فرار یا شور مچانے کا خوف نہیں تھا۔ اول تو بنگلا بہت بڑا تھا اور دوسرے بارش کا شور بھی تھا اگر شامی حلق پھاڑ کر چلاتا تب بھی اس کی آواز باہر تک نہ جاتی۔ قادر بخش کے جانے کے بعد شامی اٹھ بیٹھا اور گرہوں کو ڈھیلا کرنے لگا۔

مسلسل کئی منٹ کی کوشش کے بعد اسے کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ گرہیں ڈھیلی ہو چکی تھیں مگر انہیں کھولنا بھی کسی دشوار مرحلے سے کم نہیں تھا۔ ہاتھ میرا بندھی رسیوں کے خلاف کلائیاں موڑنے سے ان میں درد شدید ہو رہا تھا۔ بالآخر پاؤں کی رسی کھل گئی۔ اس نے رسی نکالی اور کھڑا ہو گیا۔ ایک بار پھر فولاد خان کو ہوش میں لانے کی کوشش کی اور اس بار بھی ناکام ہو کر اس نے باہر جانے کا فیصلہ کیا۔ برآمدے میں آنے تک اس کا خیال تھا کہ وہ بنگلے سے نکل جائے اور مدد لائے مگر جب وہ پورچ سے ہوتا ہوا گیٹ تک

http://primenovels.blogspot.com/

آیا تو یہ دیکھ کر اس کا دل ڈوب سا گیا کہ چھوٹے اور بڑے دونوں گیٹ لاک کیے جا چکے تھے اور وہ بند ہاتھوں سے گیٹ نہیں پھلانگ سکتا تھا۔ اسے اب کوٹھی کی طرف جانا تھا جہاں وہ ہاتھ کھولنے کی کوئی تدبیر کر سکتا تھا۔

☆☆☆

عورت صرف ہاتھ دھونے آئی تھی، وہ واش روم سے نکل گئی تو تیمور پردہ ہٹا کر دروازے تک آیا۔ اس نے سوچا کہ اب باہر نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ سر پر ضرب لگی تو اس کے ہاتھ میں موجود چاقو گر گیا تھا اور جب وہ اٹھا تو چاقو وہاں نہیں تھا گویا قادر بخش نے چاقو اٹھا لیا تھا۔ تیمور نے ذرا سا دروازہ کھولا تو جہاں تک نظر جا رہی تھی، اسے کمرے میں کوئی نظر نہیں آیا۔ مزید دروازہ کھولنے پر بیڈ روم خالی ثابت ہوا تھا۔ تیمور باہر آیا اور پہلی بار غور سے بیڈ روم کا جائزہ لیا۔ یہ تو طے تھا کہ بیڈ روم عورت کا تھا اور کوٹھی میں قیام کرنے والی واحد عورت بیگم زوار تھی۔ مگر یہاں نہ تو دوائیاں تھیں اور نہ ہی ایسا لگ رہا تھا کہ یہ کسی بیمار عورت کا بیڈ روم ہے۔ اس کے بجائے یہ نارمل بیڈ روم تھا۔ تیمور نے درازیں کھول کر دیکھیں شاید اسے کوئی ہتھیار مل جائے مگر ان میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہاں ٹیلی فون نہیں تھا اور نہ ہی کوئی موبائل نظر آیا۔

وہ ڈریسنگ ٹیبل کی دراز دیکھ رہا تھا کہ باہر سے قادر بخش کے تیز بولنے کی آواز آئی۔ آواز نزدیک آ رہی تھی۔ تیمور کے پاس اتنا موقع نہیں تھا کہ وہ واش روم میں جاتا۔ ایسے میں اسے ایک ہی جگہ سمجھ میں آئی، وہ تیزی سے قالین پر لیٹا اور سرک کر بیڈ کے نیچے چلا گیا۔ جیسے ہی وہ نیچے ہوا بیڈ روم کا دروازہ کھلا تھا۔ آنے والا قادر بخش تھا اور اس کے ساتھ ایک عورت تھی۔ اس نے جس قسم کے جوتے پہن رکھے تھے وہ عورتیں ہی پہنتی ہیں۔ اوپر اس نے لانگ کوٹ پہن رکھا تھا۔ قادر بخش کہہ رہا تھا۔ ''میرا دماغ خراب مت کرو۔ ایک آدمی غائب ہے۔''

''یہ تمہارا قصور ہے۔'' عورت نے سرد لہجے میں کہا تو تیمور اس کی آواز شناخت کر کے حیران رہ گیا، وہ گل نار تھی جو اس وقت بالکل درست اردو بول رہی تھی۔ ''تم نے چیک کیوں نہیں کیا کہ وہ بے ہوش ہو گیا ہے یا نہیں۔ جیسے میں نے اس کے ساتھی کو چیک کیا تھا۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔'' قادر بخش کی آواز سے لگ رہا تھا کہ وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہے۔

''کیوں نہیں پڑے گا؟''

''کیونکہ ان تینوں کو ویسے بھی نہیں مارنا۔''

''ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔'' گل نار بولی۔ ''وہ پولیس کو کال کر سکتا ہے۔''

''تمام کام ہو چکا ہے بس ایک آخری کام رہ گیا ہے۔'' قادر بخش اس وقت گل نار کے سامنے کسی قدر دبا ہوا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ دونوں برابر کی حیثیت رکھتے ہوں۔ گل نار مطمئن نہیں تھی، اس نے پھر کہا۔

''اگر وقت سے پہلے پولیس آ گئی تو سب ہمارے گلے پڑ جائے گا۔''

''تم اطمینان رکھو ایسا نہیں ہوگا۔'' قادر بخش نے یقین سے کہا۔ ''وہ کوٹھی میں کہیں ہے اور میں نے گیٹ لاک کر دیے ہیں۔ اب کوئی باہر نہیں جا سکتا ہے۔''

''اس کا کیا کرنا ہے؟''

''وہی جو طے ہوا تھا۔'' قادر بخش نے جواب دیا۔ ''خوش قسمتی سے میرے ہاتھ ایک چھری آ گئی ہے۔ جس پر غائب ہونے والے شخص کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔''

تیمور کو اس چھری کا خیال آیا جو اس نے کچن سے اٹھائی تھی۔ اس کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ کیا قادر بخش کسی کو قتل کرنے جا رہا تھا۔ فوراً اسے بیگم زوار کا خیال آیا۔ گل نار کا اشارہ یقیناً بیگم زوار کی طرف تھا۔ قادر بخش کہہ چکا تھا کہ وہ انہیں مارنا نہیں چاہتا۔ ایسے میں بیگم زوار ہی رہ جاتی تھیں۔ اچانک ہی تیمور کو خیال آیا کہ کیا اس نے شامی کو بھی قابو کر لیا تھا۔ اس نے صرف تیمور کے غائب ہونے کا ذکر کیا

ایک نوجوان لڑکی تیزی سے دوڑتی ہوئی ڈاکٹر کے کیبن میں داخل ہوئی اور بولی۔

''ذرا دیکھیے ڈاکٹر صاحب، مجھے کون کون سی بیماریاں ہیں؟''

''تین بیماریاں ہیں۔'' ڈاکٹر نے نبض پر ہاتھ رکھے بغیر جلدی سے کہا۔ ''پہلی تو یہ کہ آپ زیادہ فیشن کرتی ہیں۔ دوسری یہ کہ آپ بہت جلد باز ہیں اور تیسری بیماری یہ ہے کہ آپ کی نظر کمزور ہے۔''

''وہ کیسے؟'' لڑکی نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ ایسے کے باہر ایک بہت بڑا بورڈ لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے۔۔۔ جانوروں کا ڈاکٹر!''

http://primenovels.blogspot.com/

تھا اس کا مطلب تھا کہ فولاد خان کے ساتھ شامی بھی اس کے قبضے میں تھا۔ جب گل نار نے ساتھی کے قابو کرنے کی بات کی تھی تو وہ فولاد خان کی طرف اشارہ سمجھا تھا۔ اب اسے خیال آرہا تھا کہ اس نے شامی کا ذکر کیا تھا۔ وہ دونوں گفتگو کرتے ہوئے بیڈ روم سے چلے گئے۔ شاید وہ تیمور کو ہی تلاش کر رہے تھے۔ ان دونوں کی گفتگو سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل تھا کہ ان کا اصل مقصد کیا ہے لیکن یہ واضح تھا کہ وہ کسی مجرمانہ منصوبے پر عمل پیرا تھے اور شاید بیگم زوار کو قتل کر کے اس کا الزام فولاد خان اور ان دونوں پر آتا مگر وہ انہیں کیوں قتل کرنا چاہتے تھے۔ اگر صرف انہیں لوٹنا تھا تو اتنا لمبا چوڑا ڈراما کرنے کی تک سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ فرار یا مدد حاصل کرنے کے بجائے اب اسے اپنے مل بوتے پر حرکت میں آجانا چاہیے تھا اور ان دونوں کو قابو کرنا تھا۔

☆☆☆

شامی کے خیال میں صورت حال مضحکہ خیز تھی۔ اسے آج تک ایسی بے بسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا جب وہ آزاد ہوتے ہوئے بھی قید تھا۔ اس نے بنگلے کا بایاں پہلو کھنگال لیا تھا اس لیے اب دائیں پہلو کی طرف آیا اور چھوٹی سے گلی سے گزرتے ہوئے وہ عقبی سمت جانے لگا۔ ایک کھڑکی کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے اندر سے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ کھڑکی زمین سے کوئی چھ فٹ اونچی تھی۔ شامی نے بنیاد کے ابھرے کنارے پر پاؤں رکھا اور بندھے ہاتھوں سے گرل پکڑ کر خود کو اوپر کیا۔ درمیان سے کھڑکی کا پردہ ذرا ہٹا ہوا تھا اور اسے کمرے میں قادر بخش اور گل نار دکھائی دیے۔ اس وقت گل نار بالکل مختلف حلیے میں تھی۔ اس نے پیروں میں لانگ شوز اور اوپر اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ اور قادر بخش بحث کرنے کے انداز میں آپس میں بات کر رہے تھے۔ ان کی آواز آرہی تھی لیکن الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ شامی نے کوشش کی پھر بھی سمجھ میں نہیں آئے۔ چند منٹ بعد وہ کمرے سے چلے گئے۔

اتنی دیر میں لٹکے لٹکے شامی کے ہاتھ سن ہونے لگے تھے۔ رسی کا دباؤ دگنا ہونے سے دورانِ خون رک رہا تھا اور عین اس وقت وہ نیچے ہو گیا جب تیمور بیڈ کے نیچے سے برآمد ہو رہا تھا اس لیے اسے پتا نہیں چلا کہ بیڈ روم میں تیمور بھی ہے اور اب آزاد ہے۔ شامی اب گھوم کر عقبی حصے میں آیا۔ یہاں کچن کا دروازہ تھا۔ اس نے اسے کھولنے کی کوشش کی مگر وہ اندر سے بند نکلا۔ شامی کو غصہ آرہا تھا۔ سردی نے الگ برا حال کیا ہوا تھا۔ اگر اس کے اوپر برساتی نہ ہوتی تو بھیگنے سے صورتِ حال اور خراب ہو جاتی۔ وہ ایک طرف موجود شیڈ کی طرف آیا اسے وہاں کسی اوزار کی تلاش تھی جس سے وہ اپنی رسی کاٹ سکتا مگر وہاں ایسا کوئی اوزار نہیں تھا۔ کھدال تھا یا بیلچہ کچھ کھرپیاں تھیں۔ ان میں سے کسی کی دھار ایسی نہیں تھی جو رسی کاٹ سکتی۔ بنگلے کا پورا چکر لگانے پر اسے تیمور کہیں نظر نہیں آیا تھا اس کا مطلب تھا کہ وہ بھی پکڑا گیا تھا۔ اگر وہ آزاد ہوتا تو اب تک ان کے لیے کچھ نہ کچھ کر چکا ہوتا۔

شیڈ تلے سردی ذرا کم تھی اس لیے شامی وہیں رک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب شاید اسے قادر بخش کے کوارٹر میں جانا پڑے۔ وہیں سے اسے کوئی ایسی چیز مل سکتی تھی کہ اس رسی سے نجات حاصل کر سکتا۔ لیکن اس سے پہلے وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتا بنگلے کے عقبی حصے سے گل نار برآمد ہوئی اور ایک پلاسٹک شیٹ سر پر رکھ کر تیز قدموں سے کوارٹرز کی طرف چلی گئی۔ شامی دیکھ رہا تھا کہ اس نے جاتے ہوئے دروازہ بند کرنے کی زحمت نہیں کی اور وہ نیم وا تھا۔ شامی کے لیے یہ ایک موقع تھا۔ وہ اٹھا اور بھاگتا ہوا کچن کے دروازے تک آیا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں وہ ہوا کی وجہ سے بند نہ ہو جائے اور پھر اسے اندر سے ہی کھولا جا سکتا ہو۔ اندر داخل ہونے سے پہلے اس نے سن گن لی۔ وہاں کوئی نہیں تھا اور نیم تاریکی تھی۔ شامی اندر آیا اور اس نے دروازہ بند کر دیا۔ وہ ذرا آگے آیا تھا کہ اسے لاؤنج سے کسی... عورت کے مدھم بولنے کی آواز آئی۔

''کیا تم تیار ہو؟''

''ہاں... لیکن یہ بہت مشکل ہے۔'' قادر بخش نے کہا۔ شامی نے کچن سے جھانک کر دیکھا تو اسے قادر بخش چاقو بدست نظر آیا اور بیگم زوار صوفے پر بیٹھی تھی۔ قادر بخش بیگم زوار کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔

''میں سمجھتی ہوں۔'' بیگم زوار نے کہا۔ ''لیکن تمہارے تمام مسائل کا حل یہی ہے۔ اگر اس دن میں اسپتال میں داخل ہو جاتی تب کچھ اور ہوتا مگر اب یہی مناسب ہے۔''

شامی نے ہاتھ عقب میں لے کر پتلون کی بیلٹ میں اٹکی ہوئی جیک راڈ کو نکالنے کی کوشش کی۔ یہ اس نے ڈکی سے لی تھی۔ مگر دونوں ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے وہ ناکام رہا تھا۔ پھر اس نے کچن میں دیکھا اور اسے نزدیک ہی بڑے سائز کا فرائنگ پان لٹکا ہوا نظر آیا۔ شامی نے آہستہ سے

http://primenovels.blogspot.com/

اسے اتارا۔ دونوں ہاتھوں سے اس کے ہینڈل کو مضبوطی سے پکڑا اور دبے قدموں لاؤنج میں داخل ہوا۔ قادر بخش اب گھوم کر بیگم زوار کے سامنے آگیا تھا اور شامی کی طرف اس کی پشت ہو گئی تھی۔ بیگم زوار اسے کسی کام پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہی تھیں اور قادر بخش ہچکچا رہا تھا۔ شامی قادر بخش سے کچھ دور تھا کہ بیگم زوار کی نظر اس پر پڑ گئی اور شامی نے لفی میں سر ہلا کر اسے خاموش رہنے کو کہا مگر وہ چلا اٹھی۔

''قادر پیچھے دیکھو۔''

قادر بخش نے بے ساختہ چاقو والا ہاتھ گھمایا اور شامی نے فرائنگ پان آگے کر دیا۔ چاقو کی نوک اس سے ٹکرائی۔ قادر بخش نے دوسرا وار سنبھل کر کیا اور شامی بال بال بچا تھا۔ قادر بخش جس طرح چاقو لہرا رہا تھا۔ وہ ماہر چاقو باز لگتا تھا۔ پیٹ کی طرف آنے والا وار شامی نے فرائنگ پان سیدھا کر کے روکا اور پھر قادر بخش کے پاؤں پر ٹھوکر ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا تھا۔ شامی نے فرائنگ پان گھما کر قادر بخش کے چاقو والے ہاتھ پر مارا تھا۔ ضرب شدید تھی اور چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ قادر بخش کے تاثرات وحشیانہ ہو گئے تھے اور اس نے ایک چیخ کے ساتھ اس پر حملہ کیا۔ فرائنگ پان نیچے تھا اور شامی نے اسے پوری قوت سے اوپر کی طرف اٹھایا۔ وہ جھک آگے آتے قادر بخش کے منہ پر لگا۔ ضرب ایسی تھی کہ قادر بخش اچھلا اور قالین پر گر کر ساکت ہو گیا تھا۔ اسی لمحے کوئی عقب سے شامی پر جھپٹا اور ایک بار پھر اس کے مضروب سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ شامی قادر بخش کے برابر میں گرا اور ساکت ہو گیا۔

☆☆☆

شامی کو ہوش آیا تو وہ لاؤنج کے صوفے پر پڑا ہوا تھا۔ تیمور آئس پیک سے اس کے سر کی سکائی کر رہا تھا۔ فولاد خان وہاں موجود تھا اور وہ گل نار اور بیگم زوار کے سر پر کھڑا ہوا تھا۔ دونوں سخت چہرے کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھیں۔ قادر بخش قالین پر اسی رسی سے بندھا پڑا تھا جس سے اس نے شامی کو باندھا تھا۔ اسے ہوش میں آتا دیکھ کر تیمور نے اطمینان کا سانس لیا۔ ''شکر ہے تجھے ہوش آگیا ورنہ میں تجھے اسپتال لے جانے والا تھا۔ تیرا سر دو جگہ سے گل نار ہو رہا ہے۔''

''ایک زخم تو گل نار کا دیا ہوا ہے۔'' شامی نے کراہ کر کہا اور اٹھ بیٹھا۔ اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ اس نے تیمور سے آئس پیک لیتے ہوئے پوچھا۔ ''دوسرا وار کس نے کیا تھا؟... قادر بخش تو بے ہوش ہو گیا تھا میرے ہاتھوں۔''

''انہوں نے۔'' تیمور نے بیگم زوار کی طرف اشارہ کیا۔ ''شکر کریں بروقت پہنچا ورنہ یہ تیری کھوپڑی کو مزید لالہ زار بنانا چاہتی تھیں۔''

تیمور نے بیگم زوار سے ان کی اسٹک چھین لی تھی جس سے انہوں نے شامی کے سر پر وار کیا تھا۔ قادر بخش ہی اصل محرک تھا اس کے بے ہوش ہونے کے بعد حالات آرام سے قابو میں آگئے۔ تیمور نے پہلے اسے بیگم زوار کے ساتھ رسی سے باندھ دیا اور پھر جا کر فولاد خان کو ہوش میں لایا۔ اموینا کی بوتل اس سلسلے میں کارآمد ثابت ہوئی تھی۔ ان دونوں نے گل نار کو قابو کیا۔ فولاد خان اس کا بدلا روپ دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا اور اگر تیمور اسے نہ روکتا تو وہ اس دھوکے باز عورت کا گلا دبا دیتا۔ وہ آسانی سے قابو میں نہیں آئی تھی۔ اس نے شدید مزاحمت کی تھی اور فولاد خان سے تھپڑ کھا کر بھی باز نہیں آئی تھی۔ اس کوشش میں اس کا اوور کوٹ اتر گیا تھا جس کے نیچے اس نے وہی... ناکافی لباس پہنا ہوا تھا۔ اگر فولاد خان کو علم ہو جاتا کہ اس نے اس پر کیا الزام لگایا ہے تو شاید اس کی گردن توڑ دیتا۔

یہ مشکل اسے قابو کرنے کے بعد پھر سے اوور کوٹ پہنایا گیا تھا۔ وہ اسے لے کر کوٹھی میں آئے اور پھر تیمور شامی کو ہوش میں لے آیا تھا۔ تیمور نے کافی کا پانی رکھا اور بیگم زوار کے بیڈ روم سے پین کلر گولیاں لے آیا۔ سب نے دو دو گولیاں لیں۔ اس دوران میں کافی تیار ہو گئی تھی۔ سیاہ، گرم اور تلخ کافی نے دوا سے زیادہ کام کیا اور شامی خود کو بہتر محسوس کرنے لگا۔ قادر بخش خاصا پہلے ہوش میں آگیا تھا اور قالین پر بڑا کسی درندے کے پانچے کے انداز میں سانس لے رہا تھا۔ پہلے فولاد خان نے اپنی روداد سنائی کہ اسے گل نار کا فون آیا اور عقب سے قادر بخش اسے قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ اسی وجہ سے فولاد خان بنا سوچے سمجھے دوڑا گیا۔ بنگلے کا چھوٹا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ اندر گھسا تھا کہ اسے کوٹھی سے گل نار کی چیخ سنائی دی۔ وہ دوڑا گیا تھا۔ گل نار وقتاً فوقتاً چیخوں سے اس کی رہنمائی کر رہی تھی اور جیسے ہی وہ بیگم زوار کے بیڈ روم میں داخل ہوا اس کے سر پر ضرب لگی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بعد تیمور اسے ہوش میں لایا تھا۔ فولاد خان نے اپنا زخمی سر ٹٹولتے ہوئے اپنے والد صاحب کو یاد کیا۔

''وہ بولتا کہ عورت پر اتنا اعتبار کرو جتنا اپنے دشمن پر کرتے او، والد صیب درست فرماتا۔''

http://primenovels.blogspot.com/

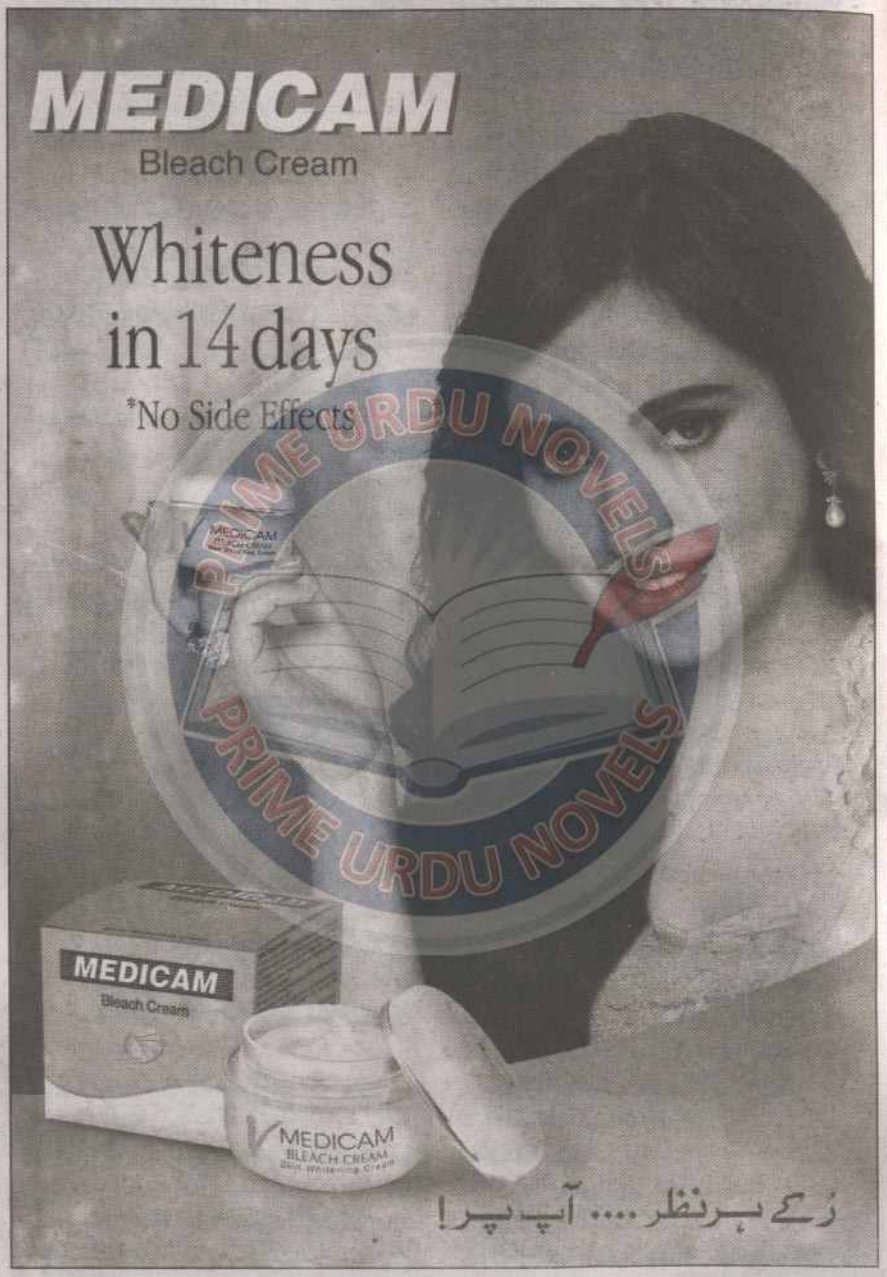

قادر بخش انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا اور بہ ظاہر اس کے دم خم میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ شامی اس کے پاس بیٹھا۔ ”اب بولو، یہ سب کیا چکر ہے؟“

”کوئی چکر نہیں ہے۔“ وہ غرایا۔ ”تم لوگ غلط ارادے سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور میری بیوی کو بے آبرو کیا۔ اب یہاں لوٹ مار کرنا چاہ رہے ہو۔ اسی لیے ہمیں پابند کیا ہوا ہے؟“

اس کی بات سن کر شامی اور تیمور دنگ رہ گئے تھے اور فولاد خان کا غصہ عود آیا تھا، اس نے کہا۔ ”یہ اس طرا نہیں مانے گا اس کو ایک منٹ کے لیے امارے سپرد کرو۔ یہ داؤس زبان کو لے گا۔“

تیمور نے ہاتھ کے اشارے سے فولاد خان کو چپ رہنے کو کہا اور گل نار سے پوچھا۔ ”تم کیا کہتی ہو؟“

”قادر بخش ٹھیک کہہ رہا ہے۔“ وہ اطمینان سے بولی۔ وہ صوفے پر یوں تن کر بیٹھی تھی کہ اوور کوٹ بھی اس کے منہ زور شباب کی تاب نہ لا سکا تھا۔ ”تمہارے اس ملازم نے میری عزت لوٹی ہے اور تم لوگ اب یہاں لوٹ مار کرنا چاہتے ہو۔“

فولاد خان اچھل پڑا۔ اس نے شامی سے کہا۔ ”شامی صیب ام نے آج تک کسی عورت کو نہیں مارا مگر آج یہ مارا جائے گا۔“

تیمور نے اسے تسلی دی۔ ”فکر مت کرو یہ بچے گی نہیں۔“

شامی نے گہری سانس لی اور بیگم زوار کی طرف دیکھا۔ ”آپ کیا کہتی ہیں اس بارے میں؟“

”تم لوگ زبردستی گھر میں داخل ہوئے۔ میرے ملازم کے ساتھ مار پیٹ کی۔“ وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

”اس نے جو الزام لگایا ہے، اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گی؟“ شامی نے گل نار کی طرف اشارہ کیا۔

”صرف اتنا کہ یہ بات پولیس تک نہیں جانی چاہیے ورنہ...“ بیگم زوار نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ غالباً ان کا مطلب یہ تھا کہ پولیس تک بات گئی تو یہ الزام بھی لگایا جائے گا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ قادر بخش اور گل نار کی ہمنوائی کر رہی تھیں۔ شامی خود کو ٹھنڈا کرتے ہوئے بولا۔

”بیگم صاحبہ ہمارے گیٹ کیپر فولاد خان کو ایک نمبر سے کال آئی اور گل نار نامی خاتون نے اسے مدد کے لیے بلایا۔ فولاد خان بنا سوچے سمجھے اور ہم سے پوچھے بغیر یہاں دوڑا آیا۔ جہاں اسے دھوکے سے سر پر ضرب لگا کر بے ہوش کر دیا گیا۔ اس کی تلاش میں ہم آئے تو ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ خوش قسمتی سے میں نے بر وقت کارروائی کی اور آپ کو قتل کرنے کے درپے قادر بخش کو بے ہوش کر دیا۔ یہاں تک تو ہم آپ کو قادر بخش اور گل نار سے الگ سمجھ رہے تھے لیکن آپ نے اسٹک سے وار کر کے مجھے بے ہوش کیا اور اگر میرا ساتھی بر وقت نہ آتا تو بہ قول اس کے آپ مجھے مار ہی ڈالتیں۔ میں نے آپ کی جان بچائی تھی تو آپ نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟“

”قادر بخش مجھے مار نہیں رہا تھا۔“ بیگم زوار نے بدستور سپاٹ لہجے میں کہا۔ ”تم نے اسے مارنے کی کوشش کی اور مجھے اس کو بچانے کے لیے تم پر وار کرنا پڑا۔“

”خوب!“ شامی نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ”آج تک میں نے صرف سیاست دانوں کو اپنے مفاد کی خاطر یوں ایک ہوتے دیکھا تھا۔ بائی دی وے آپ تینوں کا مفاد کیا ہے؟“

تیمور، شامی کو ایک طرف لے گیا۔ ”بیٹا معاملہ اتنا سیدھا نہیں ہے۔ یہ سب آپس میں ملے ہوئے ہیں۔“

”وہ تو ہے۔“ شامی نے کہا۔ ”لیکن میں نے خود دیکھا تھا قادر بخش بیگم زوار کو قتل کرنے والا تھا اگر میں ایک دو لمحے کی دیر کرتا تو یہ چاقو سے وار کر چکا ہوتا۔“

”تو ٹھیک کہہ رہا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ بیگم زوار کیوں...؟“

”بیگم زوار، قادر بخش اور گل نار سب جائیں بھاڑ میں۔“ تیمور نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ”ہمیں خود کو اس جنجال سے نکالنا ہے۔ اصل مسئلہ فولاد خان کا تھا اور اس نے دیکھ لیا ہے کہ اس کی حماقت نے ہمیں کہاں تک پہنچا دیا ہے اس لیے سب پر لعنت بھیج اور اپنے دفاع کے بارے میں سوچ۔“

شامی نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”تیرا مطلب ہے کہ ہماری پوزیشن کمزور ہے؟“

”بالکل ذرا غور کر، ہم بیگم زوار کے بنگلے میں رات گئے گھسے، گل نار کا حلیہ اور زخم ہمارے خلاف گواہی ہوں گے۔ مزید یہ بیگم زوار کی لاش کا بندوبست بھی کر دیتے۔ اگرچہ ایسا نہیں ہے مگر گل نار والا مسئلہ ہے۔ ہمارے سروں پر زخم ہیں۔ ہم ان کی کیا وضاحت پیش کریں گے؟ فولاد خان کے عشق کے کئی گواہ بھی بن چکے ہیں۔ ان سب کی گواہی بھی ہمارے خلاف جائے گی۔ اس لیے سب سے بہتر حل یہی ہے کہ معاملہ ختم کر دیا جائے۔ میچ ڈرا ہو گیا نہ تم

http://primenovels.blogspot.com/ http://primenovels.blogspot.com/

ہارون ہم۔"

شامی سوچ رہا تھا۔ وہ خود کو تیمور سے متفق پا رہا تھا مگر ان لوگوں کو آسانی سے بخش دینا بھی مشکل تھا۔ اس نے کہا۔

"انہوں نے ہمارے ساتھ جو کیا ہے؟"

"تو نے اپنا حساب برابر کر لیا ہے۔" تیمور نے قادر بخش کی طرف اشارہ کیا۔ "اب ان عورتوں کو کیا کہیں..."

"چل چھوڑ ہم چھوڑ دیتے ہیں مگر انہوں نے جو گورکھ دھندا پھیلایا اور ہمیں بھی اس میں شامل کیا اس کا ابھی تک سرا نہیں ملا ہے۔"

"یہی جانتے ہیں کہ اصل چکر کیا ہے؟" تیمور نے ان تینوں کی طرف دیکھا۔ "ان کا رویہ بتا رہا ہے کہ یہ نہیں اگلیں گے۔"

شامی نے سرد آہ بھری۔ "یعنی ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا سوائے ذلت وخواری اور چند زخموں کے۔"

"لگ تو ایسے ہی رہا ہے۔" تیمور نے کہا۔ "پھر کیا کہتا ہے۔"

شامی نے سر ہلایا تو تیمور بیگم زوار کے پاس آیا۔ اس نے کہا۔ "ہمیں نہیں معلوم کہ آپ سب نے مل کر یہ چکر کیوں چلایا ہے اور ہمیں کیوں شامل کیا ہے۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ بات ختم کی جائے۔"

"کیسی صورت؟" بیگم زوار نے پوچھا۔

"آپ ضمانت دیں کہ آپ کی طرف سے کوئی پولیس کے پاس نہیں جائے گا۔"

بیگم زوار نے سر ہلایا۔ "میں زبان دیتی ہوں کہ یہاں سے پولیس کو رپورٹ نہیں کی جائے گی۔"

"صرف پولیس ہی نہیں بلکہ آپ کی طرف سے کسی قسم کی کارروائی سے مکمل گریز ہونا چاہیے۔ دوسری صورت میں اعلانِ جنگ ہوگا۔"

بیگم زوار کچھ دیر سوچتی رہیں پھر انہوں نے سر ہلایا۔ تیمور نے شامی اور فولاد خان سے کہا۔ "یہاں جہاں جہاں بھی تم میں سے کسی کی انگلیوں کے نشانات لگے ہوں یا کسی چیز کو چھوا ہو اسے صاف کر دو۔"

انہوں نے ہر ممکنہ جگہ سے نشانات صاف کیے، اس میں وہ چاقو بھی تھا جس سے قادر بخش بیگم زوار کا قتل کرنا چاہتا تھا۔ جب انہیں تسلی ہوگئی کہ وہاں کوئی نشان باقی نہیں رہا ہے تو وہ وہاں سے نکل آئے تھے مگر جب وہ بنگلے میں داخل ہوئے تو وہاں نظام دین فولاد خان کی چوکی میں موجود تھا۔ ایک گھنٹے بعد ڈاکٹر کی طرف سے چیک اپ اور مرہم پٹی کے بعد وہ صاف اور گرم لباس میں نواب صاحب کے بیڈ روم میں ان کے سامنے موجود تھے۔ فولاد خان کو آرام کے لیے بھیج دیا تھا اور ان کے نصیب میں اب آرام کہاں تھا؟ شامی اور تیمور کو توقع تھی کہ آج بہت زیادہ شامت آئے گی مگر نواب صاحب نے ان کے لیے کافی منگوائی اور جب کافی آئی تو انہوں نے فرمایا۔ "اب فرمائیں یہ کیا ماجرا ہے، اتنی رات گئے آپ تینوں کہاں گئے تھے اور یہ زخم کہاں سے لگوا کر لائے ہیں۔ ہمیں ایک ایک بات بتائی جائے۔ اگر کوئی بات چھوٹ گئی تو آپ کو چھوٹ نہیں ملے گی۔"

اس کے بعد ممکن نہیں تھا کہ وہ نواب صاحب سے کوئی بات چھپاتے۔ انہوں نے شروع سے لے کر اب تک سب بتا دیا۔ فولاد خان کی حماقت پر نواب صاحب کا ردِعمل خاص نہیں تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انسان کی اول و آخری کمزوری عورت ہے مگر جب شامی نے تیمور اور اپنی مداخلت کی کہانی شروع کی تو نواب صاحب کی کشادہ پیشانی پر لکیریں نمودار ہوئی تھیں اور یہ برہمی کی لکیریں تھیں۔ غنیمت تھا کہ ان کی برہمی شکنوں تک محدود رہی اور اس نے زبان کا رخ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ دونوں ہی الگ الگ واقعات کے گواہ تھے اس لیے داستان دونوں نے مل کر سنائی۔ تیمور نے اس کا اختتام کیا جب اس نے بیگم زوار سے ضمانت حاصل کی کہ وہ ان کے خلاف پولیس کارروائی نہیں کریں گی۔ نواب صاحب نے تیکھے انداز میں دریافت فرمایا۔ "آپ نے اس عورت پر کیسے اعتبار کر لیا جو ایک غیر آدمی کے ہاتھ میں کھیل رہی ہو، کیا وہ اسے قائل نہیں کر سکتا ہے۔"

تیمور خوش ہو رہا تھا کہ نواب صاحب اسے سراہیں گے کہ وہ سب کو اس چکر سے نکال لایا تھا مگر نواب صاحب کے انداز سے لگ رہا تھا کہ اس سے حماقت ہوگئی ہے۔ اس نے مدد طلب نظروں سے شامی کی طرف دیکھا اور خلافِ توقع اس نے مدد بھی کی۔ شامی نے کہا۔ "دادا جان، شاید وہ غیر آدمی نہیں ہے۔ اگر آپ مجھے اجازت اور کچھ مہلت دیں تو میں شاید اس عقدے کی نقاب کشائی کر سکوں گا۔"

نواب صاحب نے شامی کو دیکھا۔ "آپ کیا کر سکیں گے برخوردار؟"

"یہ تو ابھی نہیں بتا سکتا کہ صرف ایک مفروضہ ہے، ہاں اس پر کام کیا تو شاید کچھ سامنے آئے۔"

"یعنی آپ ہم سے مزید حماقتوں کی اجازت طلب

http://primenovels.blogspot.com/

فرما رہے ہیں؟"

"بعض باتیں شروع میں حماقت لگتی ہیں۔" شامی نے اصرار جاری رکھا تو نواب صاحب سوچ میں پڑ گئے پھر انہوں نے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے لیکن واحد شرط یہ ہے کہ آپ کسی طرح بھی ان لوگوں کے پاس نہیں جائیں گے اور جو کچھ معلوم ہوگا وہ پہلے ہمارے علم میں لائیں گے اپنے طور پر کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔"

شامی خوش ہوگیا۔ "سر آنکھوں پر دادا جان۔"

باہر نکل کر تیمور نے پہلے تو سکون کا سانس لیا اور پھر بولا۔ "اب تو کیا گل کھلانے کا ارادہ رکھتا ہے؟"

"بس ایک خیال میرے ذہن میں آیا ہے۔ ایک بات بتا تجھے افسر یاد ہے؟"

تیمور چونکا۔ "زوار صاحب کا بیٹا... نہیں یار اسے گئے ہوئے بھی دس سال ہوگئے ہیں اور ہمارا اس سے کون سا ملنا جلنا تھا۔ بس ایسے ہی سامنا ہو جاتا تھا۔"

"درست فرمایا۔" شامی نے کہا۔ "صرف تجھے ہی نہیں شاید اس علاقے میں رہنے والے کسی فرد کو بھی افسر یاد نہ ہو کیونکہ وہ روکھا آدمی تھا اور کسی سے ملنا جلنا نہیں تھا۔"

تیمور نے اسے غور سے دیکھا۔ "تجھے افسر کیوں یاد آگیا؟"

"بس ایک خیال آگیا۔" شامی نے پُراسرار انداز میں کہا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اگلے روز اس کا سارا دن ہی شاہنواز کے ساتھ گزرا تھا۔ وہ شام بلکہ رات کے وقت واپس آیا تھا۔ ڈنر بس شروع ہوا تھا اور شامی بس بے تابی سے شریک ہوا، ایسا لگ رہا تھا کہ اسے دن میں کھانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ تیمور دفتر سے سیدھا گھر آیا تھا اور شامی کا انتظار کرتا رہا تھا۔ فولاد خان اپنی چوکی میں تھا اور اپنی محبت کی جواں مرگی کا سوگ منا رہا تھا۔ تیمور نے اس سے تعزیت کی تو اس نے کہا۔

"اگر نواب صیب کا خیال نہ اوتا تو ام یہ سوگ کسی اور طرا سے مناتا۔"

ڈنر مکمل کرتے ہی شامی نے نواب صاحب سے بات کرنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے اپنی اسٹڈی میں بلا لیا۔ ایسی گفتگو وہ وہیں کرتے تھے جس سے وہ ملازموں کو بھی بے خبر رکھنا چاہتے تھے۔ البتہ بات شروع کرنے سے پہلے انہوں نے الائچی والا قہوہ منگوا لیا تھا جو وہ کھانے کے بعد لیتے تھے۔ باورچی کے باہر جانے کے بعد انہوں نے شامی سے کہا۔ "فرمایئے آپ کیا تیر چلا کر آئے ہیں؟"

"دادا جان۔" شامی نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ "قادر بخش اصل میں زوار صاحب کا بیٹا افسر ہے۔"

نواب صاحب چونک اٹھے۔ "آپ پورے وثوق سے کہہ رہے ہیں؟"

"جی دادا جان، نہ صرف وہ افسر ہے بلکہ افسر باہر نہیں بلکہ اندر گیا تھا۔ گیارہ سال پہلے وہ ایک عشرت گاہ میں ایک لڑکی کو قتل کرنے کے جرم میں گرفتار ہوا تھا۔ زوار صاحب نے اپنی دولت اور اثر و رسوخ استعمال کر کے اس خبر کو منظرِ عام پر آنے سے روک دیا تھا اور افسر کے بارے میں مشہور کر دیا کہ وہ بیرونِ ملک چلا گیا ہے۔ وہ خاموشی سے اس کا مقدمہ لڑتے رہے اور ان کی کوششوں کے باوجود وہ بری نہ ہو سکا۔ ان کا ایک با اعتماد وکیل اس کا مقدمہ لڑتا رہا۔ افسر کو سزائے موت ہوئی مگر وکیل نے اپنی چالاکی سے کئی سال اپیلوں میں گزار دیے اور جب تک اس کی آخری اپیل بھی مسترد ہوئی تو ملک میں سزائے موت پر عمل درآمد روک دیا گیا۔ زوار صاحب اکلوتے بیٹے کے غم میں دنیا سے گزرے تو بیگم زوار نے ان کی جگہ سنبھال لی۔ انہوں نے افسر کو جیل سے بھگانے کا سوچا۔ انہوں نے دولت کا بے دریغ استعمال کیا اور افسر کو پہلے جیل سے اسپتال منتقل کرایا اور پھر اسے بیماری کے باعث فوت دکھا کر اس کی جگہ کسی اور کی لاش افسر قرار دے کر دفنا دی گئی۔ خدا ہی جانتا ہے کہ بیگم زوار نے اس پر کتنا پیسہ خرچ کیا۔"

"یہ سب آپ کے علم میں کیسے آیا؟"

"بیگم زوار جس طرح قادر بخش یعنی افسر کی پشت پناہی کر رہی تھیں، مجھے خیال آیا کہ ایسا کوئی صرف اپنی اولاد کے لیے کر سکتا ہے۔ افسر نے انہیں قتل کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس کے باوجود وہ اسے بچا رہی تھیں۔ میرے پاس قادر بخش کی تصویر اور شناختی کارڈ کی کاپی تھی۔ کاپی جعلی نکلی یعنی یہ شناختی کارڈ کسی اور قادر بخش کا تھا۔ البتہ تصویر اصلی تھی۔ پہلے شاہنواز نے اسے کرمنل ریکارڈ سے چیک کرایا تھا۔ مگر وہاں اس کا ریکارڈ نہیں تھا۔ لیکن جب نادرا سے اس کی میچنگ کرائی تو یہ تصویر افسر کی نکلی۔ ریکارڈ کے مطابق اس کا شناختی کارڈ ایکسپائر ہوگیا تھا اور اس نے ری نیو نہیں کرایا تھا۔ اس کے بعد پاسپورٹ آفس سے تصدیق کی گئی تو وہاں اس کا پاسپورٹ بھی ایکسپائر نکلا۔ دوسرے لفظوں میں وہ نہ تو ملک سے باہر گیا تھا اور نہ ہی اس نے پاسپورٹ استعمال کیا تھا۔ اس پر جیل کا خیال آیا اور جب شاہنواز نے

http://primenovels.blogspot.com/

جیل کا ریکارڈ چیک کرایا تو حیرت انگیز طور پر افسر ولد زوار جیل کا مردہ قیدی ثابت ہوا۔ وہاں سے اس کا ریکارڈ حاصل کیا گیا اس میں اس کے فنگر پرنٹ بھی شامل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اس کی تصاویر۔" شامی نے انلارج کی ہوئی تصاویر نواب صاحب کے سامنے رکھیں۔ اگرچہ افسر نے حلیہ خاصا بدل لیا تھا اور پھر عمر بھی دس سال زیادہ ہو گئی تھی مگر وہ اپنے خدوخال نہیں بدل سکتا تھا۔

"یہ وہی ہے۔" نواب صاحب نے تصدیق کی۔

"مگر سوال یہ ہے کہ ان لوگوں نے یہ چکر کیوں چلایا؟"

"یہ ساری معلومات تو میں بارہ بجے تک حاصل کر چکا تھا۔" شامی نے تصویروں کی طرف اشارہ کیا۔ "اس کے بعد اس چکر کے بارے میں جاننے میں [illegible] آفس کے ریکارڈ کے مطابق [illegible] تمام جائیداد فروخت کر چکی ہیں۔ [illegible] وہ بیگم ہیں اور اب ان کی حیثیت کرائے [illegible] وہ کسی طرف چلے جانے کے لیے۔ اس مہینے کے آخر میں اسے بھی خالی کر رہی ہیں۔ ایک بات اتفاق سے [illegible] اور اس سے کڑیاں مل گئیں۔ میں اس اسپتال گیا جہاں بیگم زوار کو افسر لے گیا تھا اور وہاں سے مجھے پتا چلا [illegible] زوار دل کی ایک خاص بیماری میں مبتلا ہیں جس میں دل مسلسل کمزور ہوتا جاتا ہے اور بالآخر ایک دن بند ہو جاتا ہے۔ اس کا واحد علاج دل کی تبدیلی ہے مگر بیگم زوار نے یہ علاج نہیں آزمایا اور ڈاکٹرز کے مطابق ان کے پاس اب زیادہ وقت نہیں رہ گیا ہے۔"

تیمور جو خاموشی سے سن رہا تھا۔ "اس کا مطلب ہے کہ زوار بیگم نے اپنے قتل کا فیصلہ خود کیا تھا کہ [illegible] افسر بچ جائے [illegible] تھا۔"

"ایسا ہی لگتا ہے۔" شامی نے [illegible] "اور یہ سب انہوں نے افسر کو بچانے کے لیے کیا تھا۔ وہ اسے ہمیشہ چھپا کر نہیں رکھ سکتی تھیں اور اس کے ساتھ کہیں جا نہیں سکتی تھیں۔ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ افسر کے پیروں کی زنجیر بن گئی ہیں۔ اس لیے انہوں نے مرنے کا فیصلہ کیا۔ اس قتل کا الزام ہمارے سر آتا۔ فولاد خان بے گناہ پکڑا جاتا۔" شامی نے نواب صاحب کے سامنے کھل کر کہنے سے گریز کیا۔ "افسر اور گل نار مظلوم بن جاتے اور پولیس ان کی طرف دھیان نہیں دیتی۔ معاملہ ٹھنڈا ہوتے ہی وہ دولت سمیٹ کر یہاں سے نکل جاتے اگرچہ یہ خاصا عجیب اور پیچیدہ سا منصوبہ تھا اور اس کے خدوخال سے لگ رہا ہے کہ اسے کئی افراد نے مل کر بنایا ہے۔"

نواب صاحب نے کچھ دیر بعد کہا۔ "اگرچہ یہ ایک مفروضہ ہے مگر حقائق کی کڑیوں پر پورا اتر رہا ہے۔"

شامی خوش ہو گیا۔ "آپ کی شرط کے مطابق میں ان لوگوں کے نزدیک بھی نہیں گیا۔ اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے۔"

نواب صاحب سوچتے رہے اور ٹہلتے رہے۔ ٹہلتے ہوئے ان کا دھیان قہوے کی طرف بھی نہیں رہا تھا اور وہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کشمکش میں تھے کہ کیا کریں۔ خاصی دیر بعد بالآخر انہوں نے رک کر شامی اور تیمور کی طرف دیکھا۔ "اگرچہ ہم خود اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں مگر ہم بھی یہ نہیں سوچ سکتے تھے کہ ایک انسان اپنے مفاد کے لیے [illegible] جا سکتا ہے۔ بیگم زوار اولاد کی محبت میں مجبور تھیں مگر [illegible] مجرم ہے۔ شاہنواز کو کال کرو۔ ہم اس سے بات کریں۔"

☆☆☆

شامی اور تیمور لان میں تھے۔ فولاد خان نزدیک ہی کھڑا تھا۔ شامی نے اصل میں فولاد خان کو بتانے کے لیے یہ کہانی سنائی تھی۔ وہ زیادہ دیر گیٹ سے دور نہیں ہٹ سکتا تھا۔ شامی نے کہا۔ "دو دن پہلے پولیس نے چھاپا مارا اور افسر عرف قادر بخش کو گرفتار کر لیا۔ بیگم زوار اور گل نار کو عدالت برخاست ہونے پر گرفتار کیا کیونکہ انہوں نے ...... پھانسی گھاٹ سے فرار ایک مجرم کو چھپایا ہوا تھا۔ بیگم زوار کی عمر اور بیماری کے پیش نظر ان کی ضمانت ہو گئی ہے لیکن گل نار پولیس کی تحویل میں ہے۔"

"وہ اسی قابل ہے۔" فولاد خان نے جذباتی ہو کر کہا۔ "ہم خوش ہوگا جب وہ قادر بخش کے ساتھ سولی پر لٹکے گا۔"

"اسے سزائے موت نہیں ہو گی۔" شامی نے فولاد خان کو آگاہ کیا۔ "ہاں شاید چند سال جیل میں گزارنا پڑیں۔"

"اچھا۔" وہ مایوسی سے بولا۔ "خیر تین چار سال کا جیل بھی کم خوفناک نہیں ہوتا ہے۔ ہمارا ایک چاچا دوسرے چاچا کو قتل کر کے جیل گیا اور دو سال میں مر گیا۔"

"اسے کیا ہوا تھا؟" شامی نے چونک کر پوچھا۔

"سولی کا سزا۔" فولاد خان نے اطمینان سے کہا اور گیٹ کی طرف چلا گیا۔ شامی اور تیمور ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے اور پھر ہنس دیے۔

http://primenovels.blogspot.com/